

بیاد

عبد الغنی داوا بھائی (مرحوم) بانی صدر جماعت انتظامیہ

نوری شریف پاکستان

تحریر و ترتیب ————— چوہدری شمشاد علی وارثی

پرنٹرز ————— ایچ پرنٹرز کراچی

تعداد ————— ایک ہزار

پہلی بار ————— ماہ ذیقعد ۱۴۰۰ھ

حصہ ————— دس روپے

حقوق اشاعت بحق جماعت انتظامیہ (نقشبندیہ) نوری شریف

پاکستان محفوظ ہے

۶۹۸۰ -

تذکرہ اولیاء کرام نقشبندیہ
لاری شریف

پاکستان نعت کونسل

لے۔ ۸۳۶، بلاک ایچ
شمالی ناظم آباد-کراچی
84551

آریب رائے پوری نذرانہ عقیدت مورخہ

حضورِ خواجہ محمد زمان صدیقی وہ نسلِ پاک ابو بکرؓ، وہ مہکتا پھول
طفیلِ باقی باللہ ملی بقلے دوام نہ زلیست آنسے خفا ہے نہ مرگ آنسے ملول
شعاعِ نورِ مجددؐ، پیامِ عشقِ نبیؐ خیالِ سیدِ عالم، تلاشِ کویسے رسولؐ
ہے تو حضرتِ معصومؐ کی طرح معصوم گئے تو دیکھے جہاں کو شرافتوں کے اصول
لیا جو ہاتھ میں پرچمِ ابوالمساکینؐ سے دیا وہ رنگِ دعا کو کہ ہر دعا ہو قبول
انہیں کے منہ پر پٹی خاکِ وہ ہوئے رسوا جو سوچتے تھے اڑیگی اس آستانہ پر دھول
قدم سے جنکے لواری بنا مدینہ عشق جہاں کے خار بھی عشاق کی نظریں میں پھول

آریب ان سے گلہ کر کے فائدہ کیا ہے

جو اولیاء کی عظمت سے ہولے ہیں ملول

آریب رائے پوری

۲۸ ستمبر ۱۹۸۷ء



✽ پیر صاحب لواری شریف گل حسن صدیقی ✽
موجودہ سجادہ نشین



جناب عبدالغنی دادایبھائی (مرحوم)،
ہانی صدر جماعت لواری شریف

دیباچہ

(انظر سیرخان ایڈووکیٹ)

ملک کے مشہور صحافی چوہدری شمشاد علی صاحب وارثی نے لواری ٹریفک کے اولیاء کرام کا تذکرہ مرتب کیا ہے۔ وارثی صاحب سے لوگ بخوبی متعارف ہیں اور آپ کے کالم مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بنتے رہتے ہیں کچھ عرصے سے وارثی صاحب نے تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کیا اور پاکستان کی مقتدر ہستیوں اور اولیاء کرام کے بارے میں آپ کی کتابیں زیرِ اشاعت ہیں یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ روحیں ہیں ہم سانس لے رہے ہیں سائنسی کمالات کے عروج اور مادی ترقیوں کے شباب کا دور ہے۔ انسان نے تسخیرِ مادی کے بعد ستاروں پر جہاں پھینکا ہے اور نئی ایجادات نے زمین پر رہنے بسنے والوں کو ایسی جہتوں سے آگاہ اور ایسی سہولتوں اور آسائشوں سے بہرہ ور کر دیا ہے جن کی حقیقت پہلے خوابِ خیال سے زیادہ نہیں تھی۔ علامہ اقبال نے مشینوں حکومت کو دل کے لئے موت قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آلاتِ احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ سچ ہے اور اس سے آگے یوں بھی ہے کہ مادی ترقی نے نہ صرف احساسِ مروت بلکہ احساسِ مذہب پر بھی کاری ضرب لگائی ہے۔ مذہب کو ماننے والوں کی بہتات ہے لیکن ان پر عمل پیرا ہونے والے تعداد اتنی ہی کم ہے اور یہ تعداد روز بہ روز مائل بہ انحطاط ہی نظر آ رہی ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ

کارِ دنیا کسے تمام نہ کر دو ہر اکیرید مختصر گیرید
دُنیا کا کام کوئی پورا نہ کر سکا ۔ یہ جسکے بھی ہاتھ آیا مختصر وقت کیلئے

کار دنیا میں مصروف ہاتھ اور فکر دنیا میں مصروف دماغ ان الجھاؤوں میں ہر لمحہ زیادہ گرفتار ہونے جا رہے ہیں اور اب اتنی فرصت بھی نصیب نہیں کہ اپنی آفرینش اور مقصد حیات کی بابت غور و فکر کے لئے تھوڑا سا وقت نکال سکیں۔ ان حالات میں اگر کہیں سے دعوتِ حق ملے اور کوئی ایسا ذکر سننے یا پڑھنے کو ملے جو انسان کی روحانی آسودگی اور قلبی سکون کا سامان فراہم کرتا ہو تو ایسے تذکروں اور مطالعہ کے ان لمحوں کو خوش نصیبی جاننا چاہیے۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ایک ایسی برگزیدہ ہستی کا ذکر ہے۔ جسے لوگ سلطان الاولیاء کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جس نے ڈھائی سو سال سے زیادہ عرصہ قبل سندھ کی مردم نیز سمر زمین میں جنم لیا اور ضلع بدین کے ایک چھوٹے سے قصبے لواری شریف کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک لاکھوں دلوں کو نورِ ایمان سے منور کر کے اسی سمر زمین کو اپنی ابدی استراحت کے لئے منتخب کیا۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مادی وسائل اور عسکری طاقت کے ذریعہ خطہ ارض کو زیر اور جسموں کو گرفتار کیا جاسکتا ہے لیکن کوئی شخص بھی آج تک اپنی طاقت و جبروت سے دلوں کو فتح نہیں کر سکا ہے اور فارغ زمانہ تو اسی کو کہا جاسکتا ہے جو دلوں کو فتح کر لیا۔ انبیاء کرام اور پیغمبران گرامی کے بعد دلوں کی فتح کا کام اولیاء اللہ نے سمر انجام دیا ہے جنہوں نے اپنے زہد و تقاوت و حق پرستی سادگی۔ انگساری۔ صبر و رضا اور رحمت و شفقت سے اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ کا کامل نمونہ بنایا اور خلقِ خدا ان کی جانب اس طرح کھینچی چلی آئی جس طرح لوہا مقلنا کی جانب کھینچ آتا ہے۔

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ کی ذات گرامی بھی انہیں اوصافِ حمیدہ کی حامل تھی جو اللہ کے برگزیدہ بندوں کا شعار رہی ہے۔ آپ کی ریاضت

و مجاہدات۔ تصرفات و فیضان۔ کشف و کرامات سے گوگ نجوبی واقف ہیں اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے واقعات، کمالاتِ روحانی، عالمانہ ارشادات اور عارفانہ کلام متعدد کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں جس سے حسبِ توفیق استفادہ کرے ہیں۔ حُبِ رسول صلی اللہ وآلہ وسلم اتباعِ سنت حضرت خواجہ کی زندگی کے نمایاں اور اہم پہلو تھے۔ حضرت کا یہ وصف وراثتاً منتقل ہوتا چلا گیا اور اس پاکیزہ تعلق نے آپ کے سلسلے کی دو برگزیدہ ہستیوں یعنی حضرت خواجہ محمد حسن ملتقب بہ خواجہ مدنی اور حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی کو بارہا حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف فرمایا اور مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی مقدس و مبارک سر زمین کو ان کی آخری آرام گاہ قرار دیا۔ حضرت سلطان الاولیاء نقشبندی طریقت سے منسلک تھے۔ یوں تو طریقت اسلامیہ کے تیس سے زائد سلسلے مروج ہیں لیکن ان میں قادر یہ چشتیہ۔ سہروردیہ اور نقشبندیہ زیادہ مشہور اور ممتاز ہیں۔ طریقت نقشبندیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ طریقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسل بعد نسل منتقل ہوتا ہوا خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ کے ذریعہ عروج تک پہنچا۔ سندھ میں نقشبندی طریقت حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی۔ مخدوم ابوالقاسم خواجہ محمد ابوالکلیلی اور خالوادہ لواری شریف کے شیخ المشائخ حضرت تخت پھلی اور مقبول ہوئی۔ جب ہم حضرت سلطان الاولیاء کی حیات پر نظر ڈالتے ہیں تو سنت رسول کے اتباع اور اثر کے یہ واقعات بھی ہمیں اپنی جانب خصوصیت کے ساتھ منوجہ کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کو بھی اپنی ابتدائی عمر میں خود اپنے ہی عزیزوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور آگے چل کر مخالفت اور ظلم و تعدی کے سبب ہجرت اختیار کرنی پڑی اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عمر پائی۔ بے شک ان واقعات کو حُبِ رسول ہی کا نتیجہ ہے اور اسی پاک تعلق کا اثر کہا جاسکتا ہے۔

بزرگانِ دین کے تذکروں میں اکثر یہ بات بھی مشترک نظر آتی ہے کہ اپنے

جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے انہوں نے شعر کو بھی ذریعہ بنایا ہے۔ شعر گوئی کا یہ ذوق صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم سے لیکر صوفیاء اور اولیاء میں پوری شاعرانہ ^{حقیقتوں} کمال کے ساتھ موجود تھا اور اسلام کی ان اکابر ہستیوں نے اسلامی تعلیمات صوفیانہ نظریات اور حمد و نعت کے ذریعہ ادب کی اس صنف کو کافی مالا مال کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد زماں قدس سرہ کو بھی اس صنف پر کامل عبور حاصل تھا اور آپ کے سندھی ادبیات اسلامی تعلیمات رشد و ہدایات پند و نصائح اور صوفیوں کے نظریات کا گراں قدر مجموعہ میں اس ضمن میں یہ بات بھی بڑی اہم دلچسپ اور لائق توجہ ہے کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی حضرت سچل سرمست اور خواجہ محمد زماں قدس سرہ قریب قریب ایک ہی دور کے بلند مرتبت صوفی بزرگ تھے جن کے مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ کمالات بھی مسلم ہیں۔

مرشدانِ برحق کا کام عامۃ الناس میں دین کی حقیقی روح پھونکنا اور ایسا جذبہ پیدا کرنا ہے جس سے انہیں کتاب و سنت پر عمل کی استقامت حاصل ہو حضرت خواجہ کی حیات پر نظر ڈالئے تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضرت نے شریعت و طریقت کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے کا حق بحسن و خوبی انجام دیا۔ آپ کی تمام زندگی عبادت ریاضت مجاہدہ اور رشد و ہدایت میں صرف ہوئی اور جریدہ عالم پر اپنا دوام ثابت کر گئی۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے کشف و کرامت کا ظہور ہوا ہے اور دوسرے اولیاء کی طرح حضرت سلطان الاولیاء کے کشف و کرامات کے بشمار واقعات مستند کتب میں درج ہیں لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ بزرگوں کے روحانی مراتب و مقامات کا اندازہ ان کی کرامات سے نہیں بلکہ ان کی مکمل زندگی سے کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا واقعہ اور سورۃ الاسراء ہماری رہبری کے لئے کافی ہے کہ جب منکرین نے کہا کہ ہم آپ پر

ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عجیب و غریب باتیں یعنی معجزات نہ دکھاؤ۔ تو حکم ہوا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں، تو اس طرح یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ روحانیت کا منتہا کشف و کرامت نہیں عرفان الہی ہے۔ ان مرشدانِ کامل کو عرفانِ الہی کا عظیم سرمایہ حاصل تھا پھر یہ کرامت بھی کم نہیں کہ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم اس ولیِ کامل کو یاد منار ہے ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ اللہ کے ان بے نیاز بندوں میں تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ دنیا کو دیدیا اور بدلے میں کچھ نہیں لیا۔ برخلاف ان حریص لوگوں کے جو دنیا کے ساغرے آخری قطرہ تک کھینچ لیتے ہیں لیکن بدلے میں کچھ بھی نہیں دیتے۔ اس عطاءے عام اور استثنیٰ سالِ تمام کے نتیجہ یا انجام کو حفیظ جالندھری نے اپنی ایک نظم میں خوبی سے باندھا ہے۔

بادشاہ کا مزار

جس سے عبرت آشکار

اک گدا کی قبر پر

جمع سینکڑوں بشر

ہیں یہ فقر کا اثر

اور مال مال و زر

دیکھتا چلا گیا

خدا ہمیں توفیق دے کہ بزرگانِ دین کی زندگیوں اور اسلامی تعلیمات سے فیض حاصل کریں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اللہ کے آخری دین کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیں۔



حضرت مولانا غلام دستگیر نقشبندی مجددی صمدی صاحب سے خطاب کرتے ہوئے ہیں۔



حضرت مولانا غلام دستگیر نقشبندی مجددی صمدی صاحب سے خطاب کرتے ہوئے ہیں۔

پیش لفظ

ہمارے ملک میں صوفیائے کے جتنے بھی خالوادے پائے جاتے ہیں ان کی موجودہ صورت حال خواہ کچھ بھی ہو لیکن ان خالوادوں کے بانیاں اول نے اپنے اپنے زمانے اور علاقوں میں دین و انسانیت کی پیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے تحت و تاج کے جاہ و جلال کے مقابلہ میں اپنی خاک نشینی کو سر بلند کیا، اور وہ کارنامے انجام دیئے جو تلوار کی دھار کے ذریعہ انجام نہیں پاسکتے تھے۔ ان صوفیائے نے اپنے عہد کے ہر جابر و ظالم کو مخلوق خدا پر دلیر ہونے سے روکا، اور مظلوم و مقہور انسانوں کو عزم اور حوصلہ دیکر ظلم اور جبر سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت بخشی۔

دولت انسان کے لئے ہمیشہ ایک فتنہ بنی رہی ہے۔ اور دولت حاصل کرنے کے بعد انسان بسا اوقات درندہ اور وحشی بن جاتا ہے۔ صوفیائے نے خود دولت کو ٹھکرایا، اور انسانوں کو دولت سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی۔ انسانیت کا مسدہ اصلی یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کے ساتھ بے غرضانہ سلوک کرے اور اپنے آجائے کرام کے لئے ایثار و رحمت کا پیکر ثابت ہو۔ صوفیائے نے اپنی پوری زندگیاں اسی سانچے میں ڈھال کر پیش کیں پھر سب سے بڑا کارنامہ ان صوفیاء کا یہ تھا کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان، عبودیت اور معبودیت کا تعلق بچتہ ترکیا۔ اور اس طرح انسان کو بشری پستیوں سے اٹھا کر ملکوتی بلندیوں سے بھی اونچا پہنچا دیا۔

غرض کہ ماضی کی تاریخ میں ہر مرحلہ پر صوفیاء کو انسان دوستی اور خدا پرستی کا علم بردار پایا جاتا ہے اور آج انسانیت کے پاس خیر و برکت کا جو بھی سرمایہ موجود ہے، انبیاء اور صحابہ کے بعد صوفیاء کے

ذریعہ ہی ہم تک پہنچا ہے۔

سندھ کی سرزمین نے ہمیشہ اپنی آغوشِ وا کی اور سندھ میں ان اہل اللہ نے مخلوقِ خدا کی ہر آڑے وقت میں رہنمائی کی۔ چنانچہ صوفیائے سندھ کے ان ہی خاندانوں میں سے ایک خاندانہ لواری شریف کے صوفیا کا بھی ہے۔

لواری شریف کے صوفی خاندانہ کے اکابرین نے جو دین اور انسانیت کی خدمات انجام دی ہیں اور سندھ کے عوام تک روحانیت کا جو پیغام پہنچایا ہے، آئندہ صفحات پر ان کا کچھ تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ عہدِ حاضر کے مادہ پرستانہ جہل اور تاریکی میں اس شمعِ حق کی کچھ برکتیں درد مند اور مضطرب دلوں کے لئے جذب و سکون، نور و روشنی کا سامان ہم پہنچا سکیں۔

چوہدری شمشاد علی وارثی

۱۶ مئی ۱۹۸۰ء مطابق یکم ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سلسلہ حسب و نسب

اولیاء کرام، لواری شریف

تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ لواری شریف کے صوفیاء کا سلسلہ نسب خلیفہ اول اور جانشین رسولؐ جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جانتا ہے۔ شجرہ نسب آخر میں ضمیر میں ملاحظہ فرمائیے۔
صدیقی سلسلہ نسب ایسا نہیں ہے جو برکات نبوت اور صدیقیت سے خالی ہو۔ لواری شریف کے صوفیاء میں صدیقیت کی علامتیں برابر نمایاں ہوتی رہیں۔

بیعت و ارشاد

اس خاندان کے ایک بزرگ شیخ مالک بن محمد تھے۔ یہ بزرگ تلاشِ حق میں مکہ شریف آئے اور وہاں سہروردی سلسلہ کے مشہور شیخ جناب محمد کمانیؒ سے بیعت ہو گئے۔ شیخ کی خدمت میں ایک سال سے زیادہ وقت گزارا، اور شیخ کے فیوض و برکات سے اس قدر مستفیض ہو گئے کہ شیخ نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر کے رشد و ہدایت کا فیض پھیلانے کا حکم دے دیا۔

ترک وطن اور سندھ میں آمد

کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید کے دورِ حکومت کے اوائل میں، لواری صوفیاء کے پہلے بزرگ بغداد سے سندھ تشریف لائے۔ یہ ۷۸۶ء ہجری کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ مقصد اس ہجرت سے، کفر زارِ منہد میں حق کی ہاشاعت تھا۔ چنانچہ سندھ پہنچ کر اس خاندان نے ٹھٹھہ کے قرب و جوار میں منگر کے مقام پر سکونت اختیار کی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

جلدی عوام الناس کا رجوع شروع ہو گیا۔ تاہم ان بزرگوں نے مجرموں کی کارروائی کا طریقہ اپنائے اور خود کو صرف فقیر کہلوا دیا۔ پیر اور شیخ کہلانے سے امتیاز برتا۔

پنجاب کے علاقہ میں آمد

سندھ خاندان کے دور حکومت میں جب سارا سندھ خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ ننگر کا علاقہ بھی تباہی کی زد میں آیا ہوا تھا۔ اس خاندان نے عارضی طور پر کچھ کے علاقہ میں منتقل ہو جانا مناسب سمجھا۔ لیکن کچھ میں مستقل سکونت اختیار نہیں کی، ادھر سندھ کے والستان کا برابر اصرار رہا کہ یہ خاندان واپس سندھ آجائے۔

سندھ میں واپسی

جناح ۱۵۰۲ء مطابق ۹۱۰ ہجری میں اس خاندان کے شیخ اعظم، جناب "شیخ عبداللطیف کلاں کچھ سے سندھ واپس آ گئے۔"

شیخ عبداللطیف کلاں رحمۃ اللہ علیہ

ذکر و فکر
 شیخ عبداللطیف کلاں نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، اور ہمیشہ جلوت کو تزیج دی، عبادات و معاملات تمام باتوں میں شریعت کے ایک ایک جز پر عمل پیرا رہے۔

، آپ کا کوئی لہو ذکر و تسبیح سے خالی نہیں گذرتا تھا۔

، آپ کی زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہ نکلتا یا نادانستہ نہیں نکلا۔

، آپ نے کبھی کسی کو بددعا نہیں دی۔

، اگر کسی شخص سے کوئی فاش غلطی بھی سرزد ہو جاتی، تو صرف اتنا فرماتے کہ "اللہ پاک

نے جانوروں کو انسانی صورت دے دی ہے۔"

، کبر سنی میں جبکہ آپ نہایت ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے، ذکر و تسبیح اور زہد و ریاضت

میں جوانوں کی طرح سرگرم رہتے تھے، خدام عرض کرتے کہ اس کبیر سنی میں شرعاً آپ پر اتنی مشقت عائد نہیں ہوتی، اور رخصت کا عذر موجود ہے، لیکن آپ فرماتے:۔

« انسان دنیاوی نعمتیں حاصل کرنے کا اتنا شائق رہتا ہے کہ اگر بسترِ علالت و نقاہت پر پڑا ہو، اور کوئی دروازے پر آکر دستک دے کہ میں تجھ سے کرا آیا ہوں، لیجے تو وہ عیسیٰ و ضعیف انسان باوجود علالت و نقاہت کے بستر سے اٹھ کر دروازے تک جائیگا اور تحفہ وصول کرے گا۔ اگر دنیاوی نعمت کے حصول میں انسان کی کدو کاوش کا یہ حال ہے، تو پھر حق تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرنے کے لیے کوئی عذر اور رخصت کیوں قابل قبول ہو؟ عبادات و ریاضت سے اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، میں محض ضعف کا بہانہ بنا کر ان نعمتوں سے کیوں محروم رہوں؟ »

گراماتے کا ظہور حضرت شیخ عبداللطیفؒ کلاں سے بشمار کرامتوں کا بھی ظہور ہوا، حالانکہ آپ نے ان کے اظہار سے ہمیشہ گریز فرمایا۔

برسبیل تذکرہ چند کرامات کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ایک بار آپ کے مریدوں کی ایک جماعت کسی سنان اور غیر آباد علاقہ سے گذر رہی تھی، کہ اچانک لیٹروں کے ایک گروہ نے اس جماعت کو گھیر لیا، جماعت کے پاس مقابلہ کا کوئی سامان نہیں تھا، اس موقع پر انہوں نے مرشد کی یاد کے ساتھ اللہ کو مدد کے لیے پکارا، کیا دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف زبردست روشنی نمودار ہوئی، اور اس روشنی میں ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا، جس کی شبیہ بوہو حضرت شیخ عبداللطیفؒ کلاں کی طرح تھی۔ فاکوؤن کا گروہ یہ دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، بزرگ نے مریدوں سے فرمایا، آپ لوگ بے خوف و خطر اپنا سفر جاری رکھیں، میں ان لیٹروں کا تعاقب کرتا ہوں۔ اور پھر وہ شخصیت نظروں سے غائب ہو گئی۔

۲۔ ایک شخص پر جن کا اثر ہو گیا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے، وضو کے دوران آپ کی لیش مبارک کے تین چار بال جھڑ کر گر گئے، اس شخص

نے ان بالوں کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا، اور اس کے بعد اس پر جن کا اثر باقی نہیں رہا۔
۳۔ ایک بار مذکورہ شخص سخت بیمار ہو گیا، کسی طرح افاقہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے
موتے مبارک کا وہی تعویذ نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ رات کو اس نے دیکھا کہ اس
کے جسم سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ وہ حیران ہوا، اور خیال کیا کہ شاید یہ ان
بالوں کا اثر ہو، تعویذ کھول کر جب بالوں کو باہر نکالا تو سارا گھر روشن ہو گیا۔ پھر تو وہ
شخص المینان سے سو گیا۔ اور صبح تک بیماری کا اثر زائل ہو چکا تھا۔

۴۔ آپ کے مریدوں کا ایک گروہ جس بستی میں رہتا تھا، اس بستی کو تباہ کرنے کے لیے بعض طاقتور
دشمنوں نے منصوبہ بنایا۔ ان کے مریدوں کو معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئے۔ اس لیے کہ اس
وقت ان کے بہت سے جنگجو جوان باہر گئے ہوئے تھے۔ اور اس حالت میں دشمنوں
کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا، وہ سب حضرت شیخ عبداللطیف کلاں کی خدمت میں آئے،
آپ سے اپنی مشکل عرض کی، آپ نے انہیں ایک کچے دھاگے کی ریل
دی اور فرمایا، کہ بستی کے چاروں طرف اس دھاگے کا حصار لگا دو،
”انشاء اللہ دشمن ناکام ہو جائیں گے“

مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ دشمن حملہ آور ہوا، اور یکے بعد دیگرے پندرہ بار حملہ کیا، لیکن
ہر بار کبھی بستی کے چاروں طرف سمندر ملتا، کبھی خندق، کبھی ابلت ہو چہتر،
ایک بار دشمن نے چاہا کہ پانی کے اندر سے گذر کر بستی پر حملہ آور ہو جائے !!
مگر جیسے ہی وہ پانی میں داخل ہوا، پانی کی جدت سے اُنکے جسم جلنے لگے، اور
وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آئے۔

بالآخر وہ اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں
میں شامل ہو گئے۔

شیخ ابراہیم رحمہ اللہ علیہ

شیخ عبدالطیف کلاں کے تین فرزندوں میں سے صرف شیخ عبدالواحد ہی زندہ باقی رہے تھے۔

شیخ عبدالواحد کا جب انتقال ہوا تو آپ کا ایک ہی فرزند تھا جس کی عمر اس وقت صرف ایک سال تھی۔

شیخ عبدالواحد نے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب یہ بچہ ۴ برس کا ہو جائے تو یہ دستار اس کے سر پر باندھنا۔ انشا اللہ بزرگوں کا سارا فیض اس کی طرف منتقل ہو جائیگا، بچپن میں آپ کی دیکھ بھال میاں مقیم کرتے رہے۔ وقت مقررہ پر شیخ عبدالواحد کی وصیت پر عمل کر کے دستار بندی کر دی گئی۔

شیخ ابراہیم اپنے وقت کے بہت بڑے ولی ہوئے۔ اور خلق خدا کو بہت فیض پہنچا۔ شیخ ابراہیم کا مزار کچھ ریاست کے نریہ گاؤں میں مرجع خلائق ہے۔ اور مشہور زیارت گاہ ہے۔

کرامات

آپ کی درج ذیل کرامات کا ذکر لطیفۃ التحقیق کے مؤلف نے کیلئے
۱۔ ایک بار آپ کے ایک دوست نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ حج کے لئے بارہا جانا چاہا لیکن استطاعت نصیب نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک محروم ہوں۔
شیخ ابراہیم نے جواب میں فرمایا کہ "میری بھی یہی تمنا ہے، آؤ دونوں دوست مل کر آج ہی حج کے لئے روانہ ہو جائیں۔"

دوست نے حیران ہو کر کہا کہ "حج کو تو صرف دو دن رہ گئے ہیں؛ آج ہی روانگی سے کیا فائدہ؟"
آپ نے فرمایا، تم عزم تو کرو، اللہ پورا کرنے والا ہے۔
دونوں دوست ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آدھی رات کو چل پڑے۔ دونوں دوستوں نے غسل کیا، احرام باندھا، اور پھر دوڑ لگا دی۔ ابھی کچھ وقت گزرا تھا کہ حضرت کے دوست نے دیکھا کہ سامنے حرم شریف ہے۔

چنانچہ فجر کے وقت حاجیوں کے ساتھ عرفات گئے۔ حج کے تمام ارکان ادا کیے، تین دن بعد مدینہ منورہ زیارت کے لئے پہنچے۔ اور ایک ہفتہ بعد وطن واپس آگئے۔

۲۔ ایک بار شیخ ابراہیم اپنے دس مریدوں کے ساتھ سزمیر سیر کو نکلے، اور دریا پر پہنچ گئے، دریا پار کرنے کے لئے اس وقت کشتی دستیاب نہیں تھی۔ آپ نے اپنے دسوں مریدوں کو ساتھ لیا، نصف کو دائیں طرف اور نصف کو بائیں طرف، اور سب نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور دریا سے اس طرح پار ہو گئے، نیچے خشک زمین پر جایا جاتا ہے۔ کسی کا جوتا تک نہیں بھینگا۔

۳۔ ایک دفعہ ایک مرید کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ آپ نے مرید کا ہاتھ پکڑا اور ہوا میں اوپر چلے گئے۔ سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ہتھیار مخلوق نے آپ کو اپنے مرید کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا۔

شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابراہیم کے چار فرزند تھے۔ ان سب میں شیخ طیب اپنے والد بزرگوار کے جانشین بنے۔ نہایت زاہد، عابد اور متوکل علی اللہ تھے۔ دولت اور دکھاوے کے کاموں سے دور اور بزار رہتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ

”کسی کا محتاج نہ ہونا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔“

”لطیفۃ التحقیق“ کے مصنف نے آپ کی ایک کرامات کا ذکر کیا ہے۔ جو خود صاحب کتاب سے وابستہ ہے۔

لکھتے ہیں ایک مرتبہ میں نے بارانی فصل کاشت کی، تو بارش بالکل نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ ساری فصل خشک ہو گئی۔ میں شیخ طیب کے پاس گیا۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، کہ بھئی تم سیدزادے ہو، اور قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہو، میری

بات کیسے مانو گے؟" میں نے عرض کیا کہ میں اس امتیاز کو نہیں مانتا، اور اب میں بزرگوں کا عقیدت مند ہوں۔

آپ نے مجھے حکم دیا کہ فصل کے درمیان کھڑے ہو کر، سات مرتبہ صدق دل سے یہ کہو کہ،
 "شیخ طیب اونٹ کا دودھ مانگتا ہے۔"

مجھے اس حکم پر تعجب تو ہوا، لیکن حسب الارشاد میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن ایسا کرتا رہا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ زبردست بارشیں ہوئیں اور فصلیں لہلہا گئیں۔

میں حضرت شیخ کی خدمت میں شکرے کے لئے حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ، "اونٹ کے دودھ سے بارش کا کیا تعلق؟"

آپ نے فرمایا، "سید اقرآن میں یہ آیت نہیں؟" افلا ينظرون الى اللبلب كيف خلقت؟ ابل عربی میں اونٹ کو بھی کہتے ہیں اور بادل کو بھی۔ بارش بادل کا دودھ ہے۔ اور اسی کی دعا کی گئی، جسے حق تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

شیخ حاجی عبداللطیف

سہروردی سلسلہ سے نقشبندی سلسلہ میں داخل
 شیخ طیب کے فرزند شیخ عبداللطیف ان کے محباز ہوتے۔ شیخ عبداللطیف جنہیں
 شیخ حاجی بھی کہا جاتا ہے، علم و عمل کے پیکر تھے۔

آپ تعلیم کی عرض سے قدیم لواری سے ٹھٹھ نگر چلے گئے۔ اور وہاں فیض اللہ بن مخدوم آدم نقشبندی کی
 بیعت کر کے نقشبندی سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ بعد میں آپ نے شیخ ابوالقاسم سے فیض
 حاصل کیا۔ شیخ عبداللطیف عاجزی اور انکساری کا نمونہ تھے۔

لطيفة التحقيق کے مصنف نے ایک واقعہ لکھا ہے، کہ ایک بار ہالہ کے مخدوموں میں سے
 ایک صاحب بطور مہمان تشریف لائے۔ آپ انکی تواضع اور خدمت میں ہر وقت لگے
 رہے۔ میں نے ایک بار پوچھا کہ نسبی لحاظ سے آپ اور ہالہ کے مخدوم برابر ہیں یا پھر اتنا
 ادب احترام کیوں؟۔ آپ نے فرمایا، ہمارے بزرگوں کے مرشد شیخ یحییٰ ان مخدوموں کے
 بزرگوں سے بیعت تھے۔ چنانچہ ہالہ کے مخدوم ایک اعتبار سے ہمارے مرشد زادے ہیں۔!

” اور استاد زادے ہیں۔ اسی لئے میں نے انکا غیر معمولی ادب و احترام کیا۔“
شیخ حاجی عبداللطیف سے بھی کئی کرامات منسوب ہیں۔

۱۔ ایک بڑے خاندان کی ناندان کی خاتون پر جن کا اثر ہو گیا۔ جن رات دن عورت پر آنے لگا۔ اس کے اہل خانہ بہت پریشان ہوئے کی عامل بلائے، لیکن جن کسی کے قابو میں نہیں آیا۔ حتیٰ کہ ایک مشہور عامل اس کو شش میں مر گیا۔

عورت کے خاندان والے، حضرت شیخ حاجی کی خدمت میں اس عورت کو لائے، جیسے ہی عورت شیخ صاحب کے سامنے آئی، جن نے فریاد و زاری شروع کر دی، اور کہا کہ، ”میں تو آپ کا ادنیٰ چاکر ہوں۔“ جو حکم فرمائیں، میں وہی کرونگا،۔ آپ نے جن سے وعدہ لیا کہ آئندہ اس عورت کے پاس نہ آنا۔ چنانچہ جن چلا گیا، اور اس عورت کو اس سے نجات مل گئی۔

۲۔ ایک جادوگر جو اپنے فن میں ماہر تھا، اکثر حسین خواتین کو جادو کے ذریعہ خراب کرتا رہتا تھا۔ ایک بار اس نے ایک درویش کی لڑکی پر جادو چلایا۔ لڑکی اس کی طرف بھاگ کر جانے لگی۔ درویش کو معلوم ہوا تو راستہ سے لڑکی کو پکڑ کر واپس لایا، اور جادوگر کے لئے بددعا کی! بددعا کے اثر سے جادوگر ایک سخت موذی مرض میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے درویش کے پاس جا کر عاجزی کے ساتھ معافی مانگی، اور اپنی صحت کے لئے طالب ہوا۔ درویش نے کہا، قضا کا حکم چل چکا ہے! اور اب بات میرے بس سے باہر ہے۔ جادوگر ناامید ہوا، اور سخت اذیت میں مبتلا رہا۔ آخر کار حضرت شیخ حاجی کی خدمت میں آیا، تمام گت ہوں سے توبہ پیش کی، اور رحم کا طالب ہوا۔

آپ نے نظر کرم فرمائی، جادوگر تندرست ہو گیا، اور ساری عمر کے لئے حلقہ بگوش بن گیا۔

حاجی صاحب کا وصال غالباً ۱۱۴۵ ہجری مطابق ۱۷۳۶ عیسوی میں ہوا، آپ کا مزار قدیم لواری میں ہے شیخ حاجی صاحب کے تین حرم تھے۔ پہلے حرم سے تین فرزند ہوئے، دوسرے حرم، سے دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں، تیسری حرم سے جو عبدالسلام درس کی صاحبزادی تھیں، اس مشہور زمانہ ہستی نے جنم لیا، جسے دنیا سلطان الاولیا خواجہ محمد زماں کلاں کے نام سے یاد کرتی ہے۔ دنیا میں آپکی آمد سے متعلق بہت سی مشین گوئیوں کی جاچکی تھیں۔ واقعہ ہے کہ تقریباً چار سو سال قبل حضرت بہاؤ الدین نقشبندی اس راستے سے گزرے

تو انہوں نے رک کر کہا کہ ”یہاں ایک عظیم صاحبِ کرامت پیدا ہوگا“

سُلطانُ الاولیاءِ خواجہ محمد زمانِ گلانِ قدس

پیشین گوئیاں

۱۔ مولانا مخدوم آدم ٹھٹھوی نے حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصر، جانشین حضرت مجددِ ثانی کے حکم سے ننگر ٹھٹھ میں ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔
 ۲۔ ایک دن مخدوم صاحب نے مریدوں کی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ”جلد ہی ایک دیہان، جس خانقاہ میں آکر تعلیم و تربیت حاصل کرے گا، جس کی ذات میں نقشبندی سلسلہ کی تمام خصوصیات اپنے کمال پر پہنچ جائیں گی۔“

۳۔ ایک بار شیخ فیض اللہ سرہند شریف لے جانے لگے۔ تمام مریدوں اور دوستوں نے بھی چلنے کی تیاری کر لی۔ شیخ حاجی بھی ساتھ ہو لیے، ذرا دور گئے تھے تو شیخ فیض اللہ نے شیخ حاجی سے کہا کہ، خانقاہ تو بالکل خالی ہو گئی ہے۔ اگر آپ واپس خانقاہ جا کر اسے آباد رکھیں تو ہم سرہند پہنچ کر خواجہ سرہندی سے آپ کی سفارش کریں گے۔
 شیخ حاجی نے مرشد کا حکم سنا اور آنکھوں پر رکھا۔ اور خانقاہ واپس تشریف لے آئے۔

جماعت جب سرہند سے واپس آئی تو شیخ فیض اللہ نے حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ ہم نے حضرت خواجہ سے آپ کا ذکر کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ شیخ حاجی سلوک کی صحیح راہ پر گامزن ہیں، اور جتنی ترقی انہوں نے کی کافی ہے، اللہ انکی پشت سے ایک فرزندِ رحمت پیدا کرے گا۔ جس میں ہمارے نقشِ بندی سلسلے کے تمام انوار و برکات موجود ہوں گے۔“

۴۔ مخدوم آدم کے خلیفہ شیخ ابوالقاسم بن ابراہیم ایک بار نیم کے ایک بڑے درخت

کے سایہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ آرام فرماتے۔ اس وقت شیخ حاجی عبدالطیف اور مولانا عبدالسلام بھی وہاں موجود تھے۔ نیم کا درخت بہت بلند اور پھیلا ہوا تھا اور سرسبز و شاداب ہو رہا تھا۔ اچانک مختلف قسم کے پرندے درخت پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور اپنی خوش کن آوازوں سے چہچہانے لگے۔ سب کی توجہ اس طرف ہو گئی۔ اچانک شیخ ابوالقاسم نے شیخ حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "آپ سب میں سے ایک مرد جلد ہی ایسا کمال حاصل کرے گا کہ اس کے چاروں طرف بھی طالبوں کا ایسا ہی ہجوم ہو جائے گا، جیسے یہ پرندے اس درخت پر جمع ہو گئے ہیں۔" پھر شیخ حاجی سے مخاطب ہو کر فرمایا، "وہ مرد آپ کی صلب میں سما یا ہوا ہے" مولانا عبدالسلام نے جب یہ بات سنی تو اسی جگہ پر اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت شیخ حاجی سے فرما دیا۔ تاکہ اس عظیم انسان کی ولادت کا شرف انہی میں سے کو حاصل ہو جائے

۵۔ ایک مجذوب جنکا نام وتائے تھا، شیخ فیض اللہ کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات مریدوں کو برا بھلا کہتے رہتے تھے، اور بعض اوقات لائیں مار دیتے۔ ایک دن اچانک وہ شیخ حاجی کی پیٹھ کو بوسے دینے لگے۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ خلاف معمول مجذوب وتائے ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ مجذوب نے جواب دیا کہ میں پیٹھ کو نہیں چوم رہا بلکہ اس نور کو چوم رہا ہوں جو اس پیٹھ سے جھلک رہا ہے۔

ولادت

آخر کار ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۲۵ھ ہجری (۱۳۷۱ء) کو حضرت شیخ حاجی صاحب کی تیری اہلیہ دختر مولانا عبدالسلام کی گود پری ہوئی۔ اور وہ صاحب کمال تولد ہوا، جس کا انتظار کیا جا رہا تھا، اور جس کے لئے پیشین گوئیاں ہوتی چلی آ رہی تھیں۔ آپ کا نام محمد زمان رکھا گیا۔

عہد طفولیت آپ نے بالکل صغیر سنی میں والد محترم سے قرآن شریف ختم کر لیا۔ آپ کے سوتیلے بھائی آپکی غیر معمولی شخصیت

اور بڑوں کی آپ پر شفقت دیکھ کر حسد کرنے لگے۔ حتیٰ کہ والد محترم کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آنے لگے۔

ایک بار آپ کے والد کسی سلسلے میں سفر پر گئے۔ اس غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر، آپ کے سوتیلے بھائیوں نے آپ کو بلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ کو معلوم ہو گیا۔ اور آپ اس چھوٹی سی عمر میں گھر سے نکل پڑے، اور جنگل میں تنہا سفر کرتے ہوئے سنگر ٹھٹھ جا پہنچے۔ اور مولانا محمد صادق کے مدرسہ میں داخلہ لے کر پڑھنا شروع کر دیا۔

آپ روزانہ مدرسہ جاتے ہوئے، خانقاہ مخدوم کے پاس سے گذرتے تھے۔ ایک دن جب آپ خانقاہ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ خواجہ محمد منظر ٹھٹھوی عرف ابوالمساکین کی نظر آپ پر پڑی اور آپ نے اس بچے کی پیشانی پر وہ نورِ طریقت دیکھ لیا، جس کی پیش گوئی کی بزرگ کر چکے تھے۔ خواجہ نے فوراً آپ کو اپنے پاس بلایا، اور پھر خانقاہ میں ہی قیام کا بندوبست کر دیا، تاہم محترم مدزمان علوم ظاہری کی تکمیل کی طرف ہی متوجہ رہے۔ برہنہ کہ خواجہ ابوالمساکین آپ کو ارشاد و طریقت کی طرف مائل کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

راہِ طریقت میں

پھر ایسا ہوا کہ ایک وقت خواجہ ابوالمساکین کی محبت و کوشش زنگ لائی، اور آپ علوم ظاہری کی رسمی تکمیل جو قریب الحتم تھی دفعتاً دست بردار ہو کر خواجہ ابوالمساکین کے ارشاد و سلوک کی طرف راغب ہو گئے۔ بیعت فرمائی اور طریقت کی راہ اختیار کر لی۔ خود ایک بار فرمایا کہ

”جس دن میرے دل میں حق کی محبت کا شعلہ روشن ہوا، درسی کتابوں میں میرے لئے کوئی لطف و دلکشی باقی نہیں رہی۔ لیکن اول اول میں نے چاہا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ چنانچہ ظاہری طور پر کتابیں لیتا اور مدرسہ چلا جاتا، لیکن جب وہاں سے فارغ ہو کر آتا کتابیں ایک طرف ڈال دیتا، اور مراقبہ میں مشغول ہو جاتا۔ یہاں تک کہ خواجہ ابوالمساکین نے مجھے اجازت دی، اور پھر پورا وقت صرف خانقاہ میں بسر کرنے لگا۔ برہنہ کہ میرے اس تغیر حال سے میرے استادوں اور مدرسہ کے ساتھیوں کو دکھ ہوا۔ وہ کہتے کہ دیکھو! خواجہ ابوالمساکین نے کیسا ذہن اور پر امید نوجوان کو

مُرید سے مُرشد کے مقام تک

بہر حال، اب آپ نے نہ صرف مدرسہ ہی چھوڑ دیا، بلکہ ہر طرف سے قطع تعلق کر کے رات دن مراقبہ اور منازل سلوک طے کرنے میں گزارنے لگے۔ خواجہ ابوالساکین بھی برابر اپنی توجہ صرف کرتے رہے۔ ۶ ماہ کی مکمل ریاضت اور خواجہ ابوالساکین کی توجہ کے بعد وہ وقت آگیا جب آپ کو خواجہ ابوالساکین نے اپنی مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لیے کہا۔

یہ سنتے ہی آپ حیران ہو گئے۔ اور دست بستہ عرض کیا کہ "میں ابھی آپکی توجہ کا محتاج اور اس گراں بار ذمہ داری کے اٹھانے کا اہل نہیں ہوں۔ مریدوں کو کس طرح توجہ دے سکتا ہوں؟" خواجہ ابوالساکین نے فرمایا کہ "امر الہی یہ ہی ہے۔ اور اب آپ کا قلب وہ مقام حاصل کر چکا ہے کہ اگر آپ پتھر پر بھی توجہ فرمائیں گے تو وہ پانی ہو جائیگا!"

چنانچہ ایک دن بھری کچھری میں خواجہ ابوالساکین نے خواجہ محمد زماں کلاں کو اپنی مسند پر بٹھایا، دستار باندھی، اور اپنے ہاتھوں سے آپکی نعلین سیدھی کر کے تمام حاضرین سے کہا کہ "وہ آپ کے قدموں میں بھٹک کر بیعت کریں۔ آج سے یہ ہی آپ سب کے مرشد ہیں۔ جو ہمارا ہے وہ ان کے پاس رہیگا، اور جو ان سے انحراف کرے گا وہ ہمارا نہیں رہے گا۔ یہ قطب وقت بھی ہیں، اس وقت ان جیسا ولی کامل روئے زمین پر موجود نہیں ہے!"

پھر خواجہ ابوالساکین نے آپ کا ہاتھ لے کر آپ سے دعا کرائی۔

اس دن سے خواجہ نے پیری اور مرشدی ترک کر دی۔ خالقاہ میں بھی صرف گائے بگا ہے، کتے سارا وقت حجرے میں ہی گزارتے، البتہ جمعہ کے دن باہر آتے اور کبھی کبھی "مکلی" زیارت کے لیے جاتے۔

ایک دفعہ زیارت سے واپس آئے تھے، آپ ہمراہ تھے۔

راستہ میں ایک پتھر کا ٹکڑا نظر پڑا، حضرت خواجہ نے آپ سے

پاؤں پتھر

کہا کہ اسے اٹھالیں۔ آپ نے اٹھالیا، حضرت خواجہ نے پتھر لے کر رکاب سے رگڑا، تو رکاب سونے کی ہو گئی۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ پارس پتھر ہے آپ اسے سنبھال کر رکھیں، تاکہ وقت ضرورت کام آتا رہے۔ آپ نے (خواجہ محمد زماں نے) عرض کیا کہ یہ پتھر آپ ہی کے پاس

رہے تو بہتر ہے۔"

خواجہ نے کہا کہ "ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ اس پر آپ نے بھی عرض کیا، جو چیز آپ کو منظور نہیں وہ ہمیں بھی منظور نہیں ہو سکتی۔ اور پھر آپ نے پارس پتھر کو نہر میں پھینک دیا۔

کہتے ہیں کہ فتح علی خان تاپپور کے دور حکومت میں ایک دھوبی اسی نہر پر کپڑے دھورہا تھا، کپڑے کوٹنے کا ڈنڈا جس کے سرے پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا نہر میں گر گیا، اس نے جب ڈنڈا باہر نکالا تو لوہے کا خول سونے کا ہو چکا تھا۔ بڑا حیران ہوا۔ غوطہ لگا کر اس پتھر کو نکال لایا، جس سے ڈنڈا ٹکرایا تھا، اور پتھر کو کپڑوں کے گٹھڑ پر رکھ دیا۔ دفعتاً شدید طوفان آیا، سارے کپڑے اڑ گئے، جس کے ساتھ وہ پارس پتھر بھی غائب ہو گیا۔

علماء ظاہر پرست کی مخالفت

حضرت خواجہ محمد زماں کلاں کے سجادہ نشین بنائے جانے کی خبر جلد ہی تمام اطراف میں پھیل گئی۔ بعض ظاہر پرستوں کو اس سے شدید حسد پیدا ہوا۔ یہ لوگ خواجہ ابوالمسکین کی خدمت میں آئے، اور کہا کہ "اس نوجوان کے سر پر آپ نے کس طرح دستارِ سجادہ نشینی رکھ دی جبکہ اس نے ریاضت اور سلوک کے بہت سے مقامات ہی طے نہیں کیے ہیں۔"

خواجہ ابوالمسکین نے جواب دیا کہ "اس معاملہ کا تعلق اللہ کے فضل سے ہے، محض کسب کا اس میں دخل نہیں ہے۔ وہ جسے چاہے نواز دے۔ ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔"

خواجہ ابوالمسکین کے رشتہ داروں نے بھی دباؤ ڈالا، کہ مسند خاندان کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ ایک اجنبی اور دہقان کو یہ منصب دے دینا، اپنے خاندان کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہے۔

خواجہ ابوالمسکین نے جواب دیا کہ "خدا کی مرضی میں میرا اور آپ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، منتخب فرماتا ہے۔"

سرمند کی شیخ کی تائید

سرمند کے ایک خلیفہ میاں عبدالرشید ان دنوں حج پر جانے کے لیے ٹھہرے تشریف لائے۔ جب خواجہ ابوالمسکین کو پتہ چلا تو سلطان الاولیاء کی معرفت میاں صاحب کو خالقاہ میں دعوت دی۔ میاں عبدالرشید خالقاہ تشریف لائے اور منجد اور باتوں کے آپ نے چاہا

کہ سلطان الاولیاء کو بھی توجہ دیں، سلطان الاولیاء نے عرض کیا کہ "مجھے صرف آپکی دُعا کی ضرورت ہے" میاں صاحب نے حقیقت سمجھ لی، اور فرمایا کہ "بیشک آپکو ہماری توجہ کی ضرورت نہیں ہے، آپ خود شیخ وقت ہیں"۔

خواجہ ابوالمساکین کے رشتہ داروں نے میاں عبدالرشید سے گزارش کی کہ خواجہ صاحب کو روکیں کہ خاندانی مسند، خاندان سے باہر نہ دیں۔ میاں صاحب نے خواجہ صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے کہا استخارہ کر کے دیکھ لیں۔ میاں صاحب نے استخارہ فرمایا تو کہا کہ آپ کا فیصلہ صحیح ہے۔ سلطان الاولیاء ہی آپ کی منہ کے مستحق ہیں۔

خلیل الرحمن کا لقب

میاں عبدالرشید اور خواجہ ابوالمساکین، دونوں جب حج کے لئے روانہ ہونے لگے تو لاہوری بندہ پر پہنچ کر سلطان الاولیاء کو بلایا۔ میاں صاحب نے آپکو خلیل الرحمن کا لقب دیا، لیکن فرمایا کہ "محمد زمان، نام ہی تمام ناموں میں بہتر ہے۔ یہ ہی ان کا لقب بھی ہے۔"

خواجہ کی سہ سفر حج سے واپسی اور پھر ہجرت

دو سال بعد خواجہ ابوالمساکین سفر حج سے واپس تشریف لائے۔ جب معمول جامع مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے گئے، لیکن نماز کے بعد وہاں ٹھہرے نہیں، حالانکہ متبعین کا جم غفیر وہاں جمع تھا۔ اور منتظر تھا کہ آپ سب کو توجہ دین گے اور سب کی تعظیم قبول فرمائیں گے۔

سلطان الاولیاء نے نعلین پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ "مریدین حاضر ہیں" اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں: خواجہ نے جواب دیا کہ "اب آپ ہی اس کام کے لئے مقرر ہیں" نیز فرمایا کہ "حرمین شریفین سے ہماری واپسی اہل خاندان کے لئے نہیں ہے، بلکہ آپ کی صرف مزید ترمیمت کے لئے ہے کہ فقر کے چند مشکل ترین مقامات سے آپ گذر جائیں"

فرمایا کہ آپ اب اس مقام سے گذر رہے ہیں، جہاں تک صرف حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بطامی پہنچتے اور وصال فرما گئے تھے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ آپ اس مقام کے دور کمال پر فائز ہونگے۔ مزید فرمایا کہ "فقر ایک مسافر ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث ہے"

احقر 'بازید سے خواجہ نقشبند' تک پہنچا، اور وہاں سے سرمنہد آیا، اور اب آپ کا مہمان ہے

خواجہ کی وصیت

خواجہ ابوالمساکین نے آپ کو وصیت فرمائی:

اپنے دل کو ہمیشہ شاد و آباد رکھنا۔

تدبیر و اسباب ترک کر کے اپنے تمام کام اللہ کریم کے حوالے کر دینا۔

رزق کمانے کے لئے ہرگز سرگرداں نہ ہونا، رزق آپ تک خود بخود پہنچے گا، ہماری توجہ ہمیشہ آپ کے شامل حال رہے گی۔

خواجہ ابوالمساکین نے اپنے صادق مریدوں کو بھی یہی وصیت کی کہ خواجہ محمد زمان کی دل و جان سے اطاعت کرنا، اس لئے کہ جب تک یہ یہاں ہیں گے اس شہر کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ ناخوش ہو کر کہیں چلے گئے تو ٹھٹھ شہر تباہ و برباد ہو جائیگا۔ یہ وصیتیں فرما کر، خواجہ ابوالمساکین نے مع اہل و عیال مکہ شریف ہجرت کر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی حضرت خواجہ نے سلطان الاولیاء سے رابطہ رکھا۔ اور سلطان الاولیاء ہمیشہ آپ کے علما اور دیباہ کے منتظر رہتے۔

ٹھٹھ سے نقل مکانی اور لواری میں سکونت

خواجہ ابوالمساکین کے چلے جانے کے بعد کئی سال تک آپ نے ٹھٹھ میں طریقت کا عرفان کا چراغ روشن رکھا۔ اور عوام تک بیکراں فیض پہنچایا۔ مخدوم ضیاء الدین جیسے بڑے عالم آپ کے حلقہ مریدان میں شامل ہو گئے۔ تاہم شہر کے ظاہر پرست مولویوں کی ایک جماعت آپ کی مخالف اور درپہ آزار رہی۔ حتیٰ کہ مخالفت حد سے بڑھ گئی اور فتنہ و فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے ٹھٹھ کی سکونت ترک کر دی، اور لواری منتقل ہو گئے۔

والد بزرگوار { جب آپ لواری آ گئے تو آپ کے والد بزرگوار نے مسند ارشاد، ترک کر کے بالکل گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اگر کوئی طالب،

ان کے پاس آتا، تو آپ اسے آپ (خواجہ محمد زمان کلان) کے پاس بھیج دیتے

ایک درویشِ خدامت کی شہادت

لواری میں ایک مرد درویش رہا کرتا تھا۔ اس کی باطنی قوت کا یہ عالم تھا کہ دور دراز تک کے واقعات اس کی نظروں میں آجاتے تھے۔

چنانچہ جب آپ اپنے والد کے ہمراہ کچھ کے علاقے میں شیخ ابراہیم کے مزار پر زیارت کے لیے گئے، تو یہ درویش بھی وہاں پہنچ گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ آپ شیخ ابراہیم کے مزار پر آنے والے ہیں، تو اس نے بتایا کہ آپ کے سر پر ہمیشہ ایک نورانی بادل سا رنگن رہتا ہے۔ جسے میری باطنی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔ اس بادل کی سنہالی نے ہی مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔

اس درویش کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بار آپ مکلی (ضلع ٹھٹھہ) زیارت کے لیے گئے یہ درویش بھی وہاں جا پہنچا۔ مکلی کے قیام کے دوران لواری سے ایک مسافر آیا، اور اس نے ذکر کیا کہ لواری میں ایک مرد بزرگ نے وفات پائی ہے۔ آپ کو دوسو سو ہوا کہ شاید والد بزرگوار وفات پا گئے ہیں۔ آپ ابھی اس مسافر سے خرید احوال معلوم کر رہے تھے کہ اس درویش نے بلند آواز سے کہا کہ میں نے ساری لواری چھان ماری ہے۔ لواری میں صرف ۱۸ مسجدیں ہیں، ان سب کو بھی دیکھا ہے، صرف ایک شخص نے جو فلاں مسجد کے امام تھے وفات پائی ہے۔ اور آپ کے والد بزرگوار سلامت ہیں!

آپ کے والد بزرگوار نے ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

نئی لواری میں نقل مکانی

لواری کا شہر سیم کی وجہ سے تباہ ہو رہا تھا۔ اور وہاں کے باشندے دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہو رہے تھے۔ لیکن جب تک آپ کے والد حیات رہے، آپ نے قدیم لواری کو نہیں چھوڑا۔

والد کی وفات کے ایک سال بعد ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں آپ نے قدیم شہر سے

ذرا فاصلہ پر نئی بستی آباد کی اور اس کا نام بھی لواری ہی رکھا۔

رشد و ہدایت کا سلسلہ

اس سال ہی آپکی مسند نشینی کا جلوس منعقد ہوا۔ اب آپ نے گوشہ نشینی ترک کر کے خلق کی ہدایت میں سرگرمی شروع کر دی۔ طالبین کا اثر دھام ہونے لگا۔ ہر وقت چار سو، پانچ سو کی تعداد میں لوگ جمع رہنے لگے، اور بعض اوقات یہ تعداد تین، چار ہزار تک پہنچ جاتی

ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کی کئی دن خلوت میں رہتے اور حجرہ سے باہر نہ آتے۔ تاہم طالبین کو مایوس نہیں فرماتے ان پر خلوت سے بھی توجہ جاری رکھتے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی سے ملاقات

آپ کی فیض رسانی کی شہرت اتنی دور تک پھیل گئی کہ سندھ اور ہند کے اکثر پیر و مشائخ کو آپ سے ملنے کی طلب پیدا ہوتی

چنانچہ ایک بار سندھ کے مشہور صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی، بھٹ شاہ سے بنفس نفیس لواری تشریف لائے۔

شاہ صاحب نے ایک خادم کو اطلاع کے لیے بھیجا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ سید صاحب سے کہو کہ آپ ابھی آرام کریں، ہم خود آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

سید صاحب نے خادم سے پوچھا کہ "خواجہ صاحب اس وقت کس کام میں مصروف ہیں؟" خادم نے کہا کہ خاموش بیٹھے تھے، سید صاحب نے فرمایا کہ خدا معلوم اس انہماک سے وہ کب فارغ ہوں، پلو ہم خود چلتے ہیں۔

شاہ عبداللطیف خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے، اور شاعرانہ رجز کے ساتھ فرمایا۔

راہی سفر کو چل دینے، منزل کہاں، کس کو تپہ

گردن سے جن کی خم، جیوں میں کس طرح، اُنکے سوا؟

آپ نے جواب میں فرمایا۔

کچھ نہیں، کچھ نہیں، کچھ نہیں کا ورد کر
خنجر لانا سے تعلقات جہاں کو قطع کر
پھر تجھے سمجھائیں گے وہ راز دلبر سر لبر

سید صاحب نے پھر کہا

زب نے نصیب قلم نے جو لوح پر کھیا
سکھی، یہ میرے مقدر میں ہو گیا اچھا۔
نوشتہ ہے وہ سر اختیار سے بالا
کروں میں کس سے فریاد، کس پہ ہو دعویٰ
کہ جو ہوا مرے محبوب نے ہی مجھ سے کیا

آپ نے جواباً کہا کہ

بیٹھ ان کی بزم میں جو کاتب تقدیر میں
چاہیں تو پہلا لکھا بدل کے دیگر کہہ سکیں
ہو سکے دیدار جاناں کس طرح تجھ کو نصیب
عین ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہی تعلیم دیں۔

نوٹ:۔ اشعار کا ترجمہ سندھی سے ہے۔

شاعرانہ اشاروں اور کنایوں کی گفتگو کے بعد، شاہ عبداللطیف بھٹائی نے براہ راست سوال کیا کہ
فنا کے بعد کیا ہے؟

آپ نے فرمایا

فنا سے پہلے کیا ہے؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب نے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں
خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مسک میں سماع مزامیر کے ساتھ قطعی حرام ہے۔
شاہ صاحب نے معذرت کی کہ ساری عمر اسی شغل میں گذری ہے، اسے ترک کرنا میرے لئے
کال ہے۔

بعد ازاں دونوں بزرگوں کے درمیان طویل راز و نیاز کی مجلس جاری رہی۔

حتیٰ کہ شاہ صاحب نے رخصت کی اجازت طلب کی۔

آپ نے خلافت کی چادر شاہ صاحب پر ڈال دی۔

بتایا جاتا ہے کہ آپ نے (شاہ صاحب نے) کہ میرا کفن اسی چادر سے ہی بنانا۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا، چادر کا بقیہ حصہ آپ کے تابوت پر ڈالا گیا، اور بعد میں قبر پر بچھا دیا گیا۔

آپ سے رخصت ہونے کے بعد شاہ عبداللطیف بھٹائی اکثر یہ شعر آپ کے ذکر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

ان کو دیکھا ہے میں نے اے مادر

ہے میرے جنہیں وصالِ جویب

نہیں میری زباں میں تاب سخن

کر سکوں جو بیانِ ذکرِ عجیب

(سندھی سے ترجمہ)

خُلَفَاءِ خِصَّاصِ

آپ کی توجہ نے بشمار افراد کو کمال کی منزل تک پہنچایا۔ ان میں سے چار حضرات کو آپ نے بطور خاص اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ یہ چار حضرات یہ ہیں۔

۱۔ جناب عبدالرحیم گڑھوڑی

۲۔ جناب شیخ ابو طالب اکھی

۳۔ جناب حافظ ہدایت اللہ

۴۔ شیخ حاجی محمد صالح کھڈا، بیٹی

ان چاروں حضرات کا مختصر تذکرہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ عبدالرحیم گڑھوڑی

شیخ عبدالرحیم ضلع میرپور خاص کے ایک گاؤں، گڑھوڑ، کے رہنے والے تھے، علوم ظاہر میں طاق اور بے نظیر تھے۔ آپ کو مناظرے اور مباحثے کا بڑا شوق تھا، جہاد میں شہید ہونے کے بڑے آرزو مند رہتے تھے۔ صوفیا، اور فقرا سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے تھے، حضرت خواجہ محمد زماں کلاں کے بارے میں بھی انکی رائے اچھی نہیں تھی۔ ایک بار آپ کا ایک

درویش شیخ صاحب کے گاؤں سے گذرا، اور شیخ صاحب کے پاس مقیم ہوا۔ شیخ صاحب نے ازراہ مزاح درویش سے کہا کہ جب اپنے پیر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے پوچھنا کہ معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی یا دوسروں کے لئے بھی ہے؟ درویش لواری پہنچا، اور چند دن آپکی خدمت میں رہ کر رخصت طلب کی تو آپ نے درویش سے کہا کہ گرھوڑ کے شیخ نے تم کو جو پیغام دیا تھا، وہ تو تم نے ابھی تک مجھے نہیں بتایا۔ درویش حیران ہوا اور واقعہ عرض کیا۔

آپ نے کہا کہ شیخ سے کہنا کہ بغداد کے دریا پر جو پل خلیفہ وقت نے بنوایا تھا، اگرچہ وہ خاص خلیفہ کے لئے تھا، لیکن اس پل پر سے خاص و عام آج تک گذرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح معراج خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی، لیکن آپ کے پیروکار بھی اس راہ سے گذر سکتے ہیں، مگر صرف آپ کے توسط سے۔ شیخ کو جب آپ کا یہ جواب پہنچا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اسی دن سے وہ آپ کے حلقہ خاص میں داخل ہو گیا۔

شیخ عبدالرحیم آپ کی توجہ سے دئی کامل بن گئے۔ جب میر بجار خان تالپور نے کلھوڑا حکمرانوں کے بڑھتے ہوئے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے منصوبہ بنایا تو دُعا کے لئے شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ شیخ نے کہا کہ "آپ کے خاندان میں حکومت کی پشتوں تک چلے گی، مگر شرط یہ ہے کہ اہل دین کے ساتھ اچھا سلوک ہو اور بے دین لوگوں کو بے اثر بنایا جائے۔" بالآخر تالپوروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور سندھ پر انکی حکمرانی قائم ہوئی۔ اور یہ حکمرانی اس وقت تک قائم رہی جب تک تالپور حکمران اہل دین سے وابستہ رہے۔

شیخ عبدالرحیم کی وفات میں حق و باطل کے ایک معرکہ میں ہوئی۔ گرھوڑ سے تیس کوس کے فاصلہ پر رگستان میں کفار نے ایک بت خانہ تعمیر کیا تھا۔ جہاں ہر طرح کے مشرکانہ اور فاسقانہ افعال انجام پاتے تھے، اور خلقِ خدا کی گمراہی کا باعث ہو رہے تھے، شیخ عبدالرحیم نے مجاہدوں کا لشکر تیار کیا۔ اور بت خانہ پر پہنچ گئے، شیخ عبدالرحیم نے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت پیش کی۔

لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ چنانچہ جنگ برپا ہوئی۔ اور ایک ہی ہفتے میں بت خانہ سمار کر رہا۔

کہتے ہیں کہ شیخ نے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ اور مسلسل "ایک لعلہ و ایک نعتین" کا ورد کرتے رہے۔ بت پرستوں نے خاص طور پر آپ پر تاثر توڑنے کے لیے، اور ان حملوں کے نتیجے میں ہی آپ کا وصال ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے زخموں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا۔ یہ حادثہ ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) میں پیش آیا، جبکہ شیخ عبدالرحیم کی عمر چالیس برس کی تھی۔

سہ شیخ ابوطالب اگھی

شیخ ابوطالب اگھی بھی حضرت خواجہ محمد زماں کے خاص مریدوں اور خلفائین شامل تھے۔ لیکن ہمیشہ حجاب میں رہے۔ بھیر میں چراگیا پھلی کا شکار کر کے اپنی گذر معاش کرتے تھے۔ اہلیہ بچہ زبان کی سخت تھیں۔ اور اکثر لڑ پڑتی تھیں۔ لیکن ابوطالب خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے اور فنا کے راستے پر گامزن رہتے۔ آپ نے آخری ایام حیدرآباد کے شمال میں واقع سعید پور کے گاؤں میں گزارے؛ اور وہیں آپ کا مزار مزین خلائق ہے۔

سہ شیخ حاجی محمد صالح

حضرت خواجہ کے تیسرے خاص خلیفہ حاجی محمد صالح تھے۔ یہ صاحب سیر و سیاحت کے دلدادہ تھے۔ ایک بار زیارت مدینہ کے موقع پر کشت ہوا کہ "لواری جاؤ" وہاں تمہاری مراد برائے گی۔

اس طرح خواجہ کی خدمت میں آئے۔ اور عسلم لدنی کلبے اندازہ خزانہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ کے مریدوں میں سب سے زیادہ صاحب کرامت شیخ حاجی محمد صالح کھڑائی تھے

حَافِظُ بَدَائِتِ اللّٰهِ { ہدایت اللہ، حضرت خواجہ کے خاص خدمتگاروں
میں تھے۔ اور اپنی ساری عمر حضرت کی خدمت کرنے

خواجہ صاحب نے حافظ صاحب کو حقیقت احمدی کی بشارت سے نوازا تھا۔ اور یہ آپ کا خاصا منفر امتیاز تھا۔

دیگر اصحاب

ان فاس چار خلفاء کے علاوہ بھی جناب خواجہ کے نبض یافتگان ہیں۔ پسند اور بڑے بڑے اصحاب کرامت گذرے ہیں۔ جن میں شیخ حافظ طاہر، علی محمد مجذوب، شیخ شعیب کشتی، شیخ الہائی اور شیخ سدھا توره، نہایت معروف ہیں۔

خواجہ صاحب کا طریق ارشاد و کلام

خواجہ محمد زماں کلاں کا دستور تھا کہ بڑی سوہلی سے نکل کر حجرے میں تشریف لاتے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ دو چار خاص حضرات ہی ہوتے۔ جو کچھ دور جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت تنہا بیٹھتے تھے۔ حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو جاتا، اس وقت آپ پرانے اور نئے مریدوں کی طرف توجہ فرماتے تھے، فجر کی نماز وہیں ادا کرتے۔ رفتہ رفتہ ایک بڑا حلقہ آپ کے گرد جمع ہو جاتا، یہاں تک کہ ناشتہ کا وقت آجاتا۔

ناشتہ کے بعد بھی آپ کی نشست جاری رہتی۔ دوپہر کو سوہلی میں تشریف لے جاتے، اور پھر ظہر کی نماز کیلئے باہر آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، عصر تک وہیں بیٹھے رہتے، مغرب کی نماز پڑھ کر سوہلی میں جاتے۔ اس دوران اہل خانقاہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور آپ واپس آکر پھر بیٹھتے، عشاء کی نماز کے بعد آپ کچھ دیر حجرے میں قیام کر کے، پھر سوہلی میں جاتے۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔

طریق ہدایت یہ تھا کہ ہر نئے طالب کو اس پر تیار کرتے کہ علم ظاہر کا پردہ اسکے دل پر سے اٹھ جائے۔

ابتداء میں تلقین و توجہ فجر کے وقت دیتے تھے، اور گھٹنوں کے درمیان چہرہ جھکا کر مراقبہ میں، مشغول ہو جاتے تھے۔ اس طرح حلقہ مریدان پر فنا اور بے خودی کی کیفیات طاری ہونے

لگتیں، اور سائیکین اونچی سے اونچی منزلیں طے کر جاتے۔
 مریدوں کو لایعنی باتوں سے منع فرماتے، کہتے کہ حق کے ذکر کے علاوہ کچھ کرنا گناہِ منعمیم ہے۔
 قرآنِ حکیم کی کسی آیت، حدیثِ رسولؐ کے کسی حصہ یا کسی عارف کا قول پر روشنی ڈالتے۔ مثنوی
 مولانا روم سے ارشادات نقل کرتے۔

آپے کے فرمودات کا مجملے خاکہ ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱۔ طالب اور سالک کو دین اور شرع کے کاموں کے علاوہ خود کو دوسرے کاموں سے دور رکھنا چاہیے۔ اسم ذات کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔
- ۲۔ ہمارے طریق میں ہاتھ کام پر اور دل یادِ دوست میں رہے۔
- ۳۔ اسم ذات دل میں اس طرح پیوست ہو جائے کہ لکائے نہ نکل سکے۔
- ۴۔ ذکرِ قلبی پر زور دیتے۔
- ۵۔ قلب پر اگر نفس غالب نہ ہو تو طلب کی ضرورت نہیں رہتی۔
- ۶۔ جب اسم ذات دل میں اتر جاتا ہے تو دوسو سے باہر نکل جاتے ہیں۔
- ۷۔ نفس اور دنیا سے مراد حق سے غافل رہنا ہے۔
- ۸۔ اولیاء اللہ حق کی طرف اس طرح در آتے ہیں، جس طرح ندی نالے سمندر کی طرف۔
- ۹۔ سچا مرشد حق کا نائب ہوتا ہے، لیکن یہ مقام کروڑوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ حقیقی پیروہ ہے جو فنا میں غرق ہے۔ اسکی نظر سنا اور نگاہ تبا کا پیغام ہوتی ہے محض جوش و خروش پیدا کرنے والے نفس کا شکار ہوتے ہیں۔
- ۱۰۔ جس طرح بیک وقت دو خربوزوں کو ہاتھ میں لینا ممکن نہیں، اسی طرح دنیا اور آخرت بھی بیک وقت ہاتھ نہیں آسکتے۔
- ۱۱۔ عمر کا کوئی بدل نہیں، جتنی گزر جائے ہاتھ نہیں آسکتی، البتہ جس نے اللہ کا نام حاصل کر لیا، اس نے عمر رفتہ بھی حاصل کر لی۔
- ۱۲۔ سچی صحت اور مسرت فقری میں ہے۔ لیکن فقری غربت کا نام نہیں۔ نفسانی خواہشات کو مٹا دینے کا نام ہے
- ۱۳۔ انسانی قلب چار طرح کے ہوتے ہیں۔

ایکٹ وہ جو زیتی مٹی کی طرح ہوتے ہیں، تھوڑے ہی پانی میں حل ہو جاتے ہیں۔
دوسرے وہ جو چکنی مٹی کی طرح، جو ظاہری علم کی تحصیل کا نتیجہ ہیں، کہ جن پر حبنا پانی ڈالو،
جذب ہوتا چلا جائے گا۔

تیسرے پتھر کی طرح سخت، کہ جن پر نقش بنانا مشکل ہے۔ لیکن جب بن گیا تو کبھی
نہیں مٹے گا۔

چوتھے ربر کی طرح ملائم کہ اگر سوئی داخل کریں، تو فوراً داخل ہو جائے اور سوراخ بن جاتے
لیکن جب باہر نکالیں تو ربر کی طرح پہلے کی طرح ہو جائے۔

۱۳۔ انسان کے دل میں ۳۶۰ درتپے ہیں۔ خدا کی یاد سے وہ کھلے رہتے ہیں۔ خدا ان میں سے
جہانگتا رہتا ہے۔ لیکن اگر خدا کی یاد نہ ہو تو وہ سوراخ بند ہو جاتے ہیں۔ اور انسان!!
فیضِ خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ طریقِ نقشبندیہ میں دو وقت نہایت مقبول ہیں۔ ان کو حاصل کرنیکی سخت تاکید ہے
پہلا وقت فجر صادق سے سورج نکلنے تک ۳ گانے۔
دوسرا وقت عصر سے مغرب تک ۴ گانے۔

۱۵۔ کتابوں کے نرے مطالعہ اور قیل و قال سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، دل کی درستگی سے
ی حق کا مشاہدہ ممکن ہے۔

۱۶۔ نقشِ نبوی طریقہ سالک کو جلد منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ لیکن اس میں، کامل ارادت
مکمل ادب، اور بہ عجز ہونا ضروری ہے۔

۱۸۔ ہزاروں طالبوں میں سے کوئی ایک ہی ذاتِ حق کا متلاشی ہوتا ہے۔

۱۹۔ سالک کے لئے حق کے راستے میں اس طرح فنا ہو جانا کہ اس کے وجود کا بھی پتہ نہ رہتا
اس کے کمال کی دلیل ہے۔

۲۰۔ جو طالب خود کو فنا نہیں کرتا تو محض وظائف و اوراد سے حق تک نہیں پہنچ سکتا
خدا کو اس کے وظائف و اوراد کی پرواہ نہیں ہے۔

۲۱۔ خدا سے غافل رہنے والوں میں بہت سے بھوک سے مر جاتے ہیں۔ لیکن حق کا طالب
کبھی بھوک سے نہیں مرا۔

- ۲۲۔ اکثر لوگ روٹیوں کا ٹوکرا سر پر اٹھا کر روٹیاں مانگتے پھرتے ہیں۔
- ۲۳۔ طالبہ کو جب کوئی مشکل پیش آئے فوراً مراقبہ میں مشغول ہو جائے مشکل فوراً حل ہو جائیگی
- ۲۴۔ تمام اذکار سے اور اشغال سے فنا زیادہ شدیدہ اور اطمینان بخشنے والی ہے۔
- ایک بار کسی نے پوچھا کہ، عارف کس کو کہتے ہیں؟
- آپ نے فرمایا کہ "عارف وہ ہوتا ہے جس کی شہادت ہزار ہا صدیق دیں۔"
- ایک شخص نے کہا کہ لال شہباز بڑے مجذوب تھے۔
- آپ نے کہا "کاش اس وقت خدا کا کوئی ایسا بندہ موجود ہوتا، جو لال شہباز کو اس حالت سے نکال کر آگے لے جاتا۔"
- "یہی حال منصور کا ہوا اگر خواجہ عبد الحلق کا کوئی فیض یافتہ اس وقت ہوتا تو منصور کو انا الحق کے مقام سے نکال کر آگے لے جاتا۔ اور اسے سولی سے بچالیتا۔"
- فرمایا کہ "ہمارا فقر تو وہی ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"
- لطیفوں کے ذریعے سلوک سکھانا بناوٹ ہے۔

خواجہ کا سراپا

حضرت کا قدر میانہ تھا، رنگ کھلتا ہوا گندی، جسم اکھرا، سر گول، پیشانی کشادہ
 ابرو ثرویدہ، ریش مبارک لمبی اور سفید، چہرہ نورانی جیسے کرنی بھوٹ رہی ہوں۔
 چہرے پر رعب اور کشش۔
 شریعت اور طریقت کی مکمل پابندی،
 زبان مبارک سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہیں سنا گیا۔
 کبھی کسی کا شکوہ شکایت نہیں کی۔
 گفتگو سنجیدہ، شیریں، مختصر اور جامع۔
 رضا، توکل، صبر، سخاوت، اسباب سے بے نیازی، نصرت خداوندی پر کھروسہ اور
 اور گوشہ نشینی آپ کی منفرد صفات تھیں۔
 فرماتے تھے کہ

ہم وہ نہیں ہیں جو مریدوں کے دروازے سے خیرات مانگتے رہتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ مریدوں کو اللہ کا راستہ بتائیں، اور اُنکے کھانے کا بھی بندوبست کریں۔

اسی لئے آپ کے پاس نہ کوئی جاگیر تھی نہ جائیداد، ہر چہ کہ غلام شاہ کلہوڑا والی سندھ نے منٹوں اور سماجتوں کے ساتھ جاگیر کی پیش کش کی، لیکن آپ نے بالکل قبول نہیں کیا۔!! فرمایا، جو شخص دنیاوی حاکموں سے دوستی رکھتا ہے، جب اس کے رزق میں کمی نہیں ملتی، تو ساری کائنات کے حاکم سے دوستی رکھنے والے کے رزق میں کیسے کمی آسکتی ہے؟ فرماتے تھے کہ ”سوال کرنا نہایت بُری بات ہے۔ اور اگر وضو کے لئے پانی دستیاب نہ ہو تو یتیم کر کے نماز پڑھ لے۔ لیکن سوال کر کے پانی نہ مانگے۔“

عِبَادَتِ وَأَطْوَارِہِ

رحم دلی اور بردباری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جو حجام آپ کے بال بناتا تھا، کسی حد تک اناڑی تھا۔ بال کاٹتے وقت سر پر زخم ڈال دیتا ناخن اتارتے وقت انگلیوں سے خون نکال دیتا۔ آپ یہ سب کچھ نفسی خوشی برداشت کر لیتے۔ خدام نے کئی بار عرض کیا کہ دوسرا حجام بلا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”یہ بے مروتی ہوگی“ مدتوں سے یہ حجام ہماری خدمت کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی دل شکنی منظور نہیں۔

۲۔ خرم کے موقع پر ایک ماتمی گروہ آپکی مسجد کے سامنے دروازے پر مانم کرتے ہوئے آگئے اور عبادت اور توجہ میں نخل ہوئے، مریدان نے چاہا کہ انہیں بھگادیں، ”فرمایا جو نور کو پیٹ رہے ہیں وہ ہمارا کیا نقصان کریں گے؟“

۳۔ ایک غیر مسلم نے اسم اعظم کے وظیفہ کی درخواست کی، آپ نے اسے ہدایت دی۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ یہ غیر مسلم ہے۔ آپ نے فرمایا ”تمہیں مسلمان کا کیا تہمت؟“

کَرَامَاتِہِ

آپ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ مخلوق کو خوش کرنے کے لئے اللہ کے ولی کرشمے دکھائے۔

ایک بار ایک بزرگ کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے درویشوں کو ساتھ لے کر اس طرح دریا پار ہو گئے کہ کسی کا دامن اور تلواتک تر نہیں ہوا۔ فرمایا قیامت کا دن تو آنے والا ہے۔ قیامت کو معلوم ہوگا کہ کون اپنی جماعت کو سلامتی کے ساتھ پارے جاتا ہے۔

تاہم آپ سے بیشمار کرامات کا صدور ہوا۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ آپ کی والدہ محترمہ نے جب دنات پائی تو جماعت اور گاؤں کے سب ہی لوگ تدفین میں شامل ہوئے۔ واپسی پر آپ نے حکم دیا: "سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا جائے۔"

مردوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو صرف خانقاہ کے چند لوگوں کے لئے ہی کھانا تیار کیا ہے۔ یہ تمام لوگ کس طرح کھا سکیں گے۔

آپ باورچی خانہ میں گئے۔ دو دیکھیں بھری رکھی ہوئی تھیں: ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا کہ "اس میں سے کھانا تقسیم کیا جائے۔"

اب ہوا یہ کہ اس دیگ سے پورے گاؤں کے لوگ، اور باہر سے آنے والے سب ہی سیر ہو کر گئے۔ اور دوسری دیگ جوں کی توں باقی رہی۔

۲۔ آپ کی شادی کے موقع پر ہزار ہا آدمی جمع ہو گئے۔ خدام پریشان ہوئے کہ اناج تو صرف ایک خردار ہے، اس سے کس طرح پورا ہوگا۔

آپ اندر آئے اناج کے دو ڈھیر تھے۔ فرمایا کہ "پہلے ایک ڈھیر سے اناج باورچیوں کو دو، جب یہ ختم ہو جائے تو دوسرے کو ہاتھ لگانا۔"

عجیب صورت حال ہوئی کہ ایک ہفتہ تک ایک ہی ڈھیر سے اناج دیا جاتا رہا۔ اور سب کو پورا ہوتا رہا۔ حالانکہ ۴ ہزار کی نفری کھانے والی تھی۔

آخری دن بھی ایک ایک پرائیڈ رخصت کے وقت پر شخص کو دیا گیا۔

۳۔ آپ کے ایک مرید حافظ ایوب کا واقعہ ہے، کہ ایک سال اسکی زمین سے صرف ڈھائی من اناج حاصل ہوا۔ حالانکہ اسے دوسری فصل تک گزارہ کرنے کے لئے کم از کم بیس من اناج کی ضرورت تھی۔

حافظ ایوب آپکی خدمت میں آیا، اور پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے ٹٹھیں بھر جو پر کچھ پڑھا کر دم کر دیا۔ اور فرمایا کہ اس جو کو دوسرے جو کے ساتھ ملا دو، اور برتن کا منہ حفاظت

سے بند کر کے رکھ دو۔ ضرورت کے مطابق سوراخ کر کے اندر نکالتے رہو۔
حافظ ایوب بتاتا ہے کہ پورے سال گھر کا خرچ با فراغت چلتا رہا۔ ایک دن اسکی عدم
موجودگی میں اس کے سائے آئے اور اس کی بیوی نے یہ ماجرہ سنا کر برتن کا ڈھکن اتار
کر دکھایا۔ جب ایوب واپس گھر آیا تو اسکی بیوی نے اسے یہ بات بتائی۔ ایوب کو بڑا
دکھ ہوا۔ اس لیے کہ اناج ابھی تک بوں کا توں موجود تھا۔ لیکن ڈھکن اترنے کے بعد اسکی برکت
ختم ہوگئی، ورنہ ساری عمر کے لیے یہ اناج کافی ہو جاتا۔

دن کے خطرات کا علم؛

آپ پر دوسروں کے خطرات رل بالکل عیاں ہو جاتے تھے۔
مرغوب الاحباب کے مولف کے دادا حاجی شحمیر روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے چند عزیزان
کے ساتھ خواجہ صاحب کی زیارت کو آئے، آپ اس وقت خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔
ہم سے خیر و عافیت معلوم کر کے توٹلی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے ہمارے لیے کھانا آگیا۔
جو اعلیٰ اقسام پر مشتمل تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ حضرت کی گذران کا ظاہری ذریعہ تو کوئی ہے نہیں
پھر یہ روزی ان کو کس طرح پہنچتی ہے؟

جب حضرت باہر آئے، اور ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ: بچوں کو ہمیشہ لذت اور
عمدہ طعام کھلایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب انکا خیال دوسری طرف ہو جاتا ہے، تب بھی کسی نہ کسی
حیلے سے نعم ان کے مزے میں ڈالا جاتا رہتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ہی عمل ہے۔
۲ ایک دفعہ ایک درویش آپ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا۔ راستہ میں ہنگوڑہ گاؤں سے
گذرا تو وہاں کے امام مسجد نے اس سے کہا کہ لواری جا کر پیر صاحب سے کہنا کہ آپ نماز باجماعت
کیوں ادا نہیں کرتے۔ درویش نے کہا کہ میری کیا مجال کہ یہ بات ان سے پوچھوں۔

مغرب کے وقت ایسا ہوا کہ جب پیش امام نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو تکبیر کے بعد اسے قرآن ہی بھول
گیا۔ ہر چند کوشش کی لیکن کچھ یاد نہیں آیا۔ اس وقت اس نے خیال کیا شاید یہ اسی سونٹنی کا نتیجہ ہے
جو اس نے حضرت خواجہ صاحب کے بارے میں درویش سے ظاہر کیا تھا۔ اسے ندامت
ہوئی اور پھر قرآن بار آگیا۔ نماز بعد اس نے درویش سے معذرت کی۔

درویش جب حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت نے از خود اناک کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ ”جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہت اچھا ہے۔ لیکن ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے ہم معذور ہو گئے ہیں۔“

غلام شاہ کلہوڑہ کا واقعہ

سندھ کا حاکم میاں غلام شاہ کلہوڑہ کا بڑا عروج تھا۔ اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ تاہم حضرت صاحب سے ملنے کی آرزو رکھتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے آپکو لکھا کہ قبہ ہم حاکم لوگ دنیا کے معاملات میں اس طرح گرفتار ہیں کہ فرصت نہیں مل رہی۔ آپ ہی آکر اپنا ریدار کرادیں، تاکہ ہم آپ سے دعا کرا سکیں۔ آپ نے مختصر جواب دیا کہ ہم نقیروں کے لیے سفر کی تکلیف برداشت کرنا مشکل ہے۔ ہم آپ کے لئے دعا گو ہیں۔

غلام شاہ نے دوبارہ لکھا کہ اگر آپ نہیں آ سکتے تو اپنے کسی درویش کو بھیج دیں۔ آپ نے ایک درویش کو تیار کیا، اور فرمایا کہ میاں غلام شاہ تم سے تین باتیں کریگا۔ تم اس طرح جواب دینا۔

وہ جاڑیجا قوم میں شادی کرنا چاہتا ہے۔ تم سے معلوم کر لیا کہ کامیاب ہوگا یا نہیں تم کہدینا کہ ہمارا کام نجوم نہیں ہے، اور نہ ہی ہم کاہن ہیں۔ وہ جاگیر پیش کرے گا، تم انکار کر دینا اور کہنا کہ ہمیں براہ راست خدا سے ملنا ہے۔ واپسی کے وقت وہ تجھے بڑا یاد دے گا۔ اسے قبول کر لینا۔ کہ وہ یہ خیال نہ کرے کہ یہ فقیر مغرور ہیں۔

درویش جب غلام شاہ کے پاس پہنچا تو اسے من و عنین یہی سب کچھ پیش آیا، اور اس نے بھی خواب صاحب کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔

جاگیر لینے سے انکار

اس کے بعد میاں غلام شاہ نے اپنے وزیر گدول کے بھائی دیوان خان چند کو جاگیر کے پروانے کے ساتھ آپکی خدمت میں بھیجا۔

آپ نے انکار کیا کہ جاگبدر کا انتظام کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔
دیوان نے کہا کہ یہ کام بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ آپ صرف جاگیر قبول فرمائیے۔
آپ نے قطعی انکار کر دیا کہ ہم فقیروں کو اس کی قطعی حاجت نہیں۔ !!!

ولی عہد کی کامعائدہ

میاں غلام شاہ کسی وجہ سے اپنے بڑے لڑکے سرفراز کو نظر انداز کر کے، اپنے
پھوٹے لڑکے کو ولیعہد مقرر کرنا چاہتا تھا۔ سرفراز بڑا پریشان ہوا۔ اور حضرت
کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ مطمئن رہو۔ تم ہی سندھ کے حاکم بنو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
سرفراز نے بھی جاگبدر نذرانے کے طور پر پیش کی لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔
ایک بار میاں سرفراز زیارت کے لئے لواری آہا۔ بعض خوشامدلیوں نے بادشاہ
سے کہا کہ آپ حاکم وقت ہیں۔ خواجہ صاحب کو خود آپ کے پاس آنا چاہئے۔
سرفراز انکی باتوں میں آگیا۔ اور اپنے دیوان گدول اور مرزا بسلی بیگ کو حضرت
کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ دونوں نے خدمت میں پہنچ کر طلبی کی دعوت پیش،
کی، آپ نے جواب دیا کہ فقیر کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جب بھی جو آنا چاہے آسکتا
ہے۔ دونوں نے بہت منتہن کیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ کہ حاکموں اور امرا کی
خدمت میں ہم نہیں جاتے۔

وزیر اور مرزا کے جانے کے بعد بعض کمزور دل لوگوں نے کہا کہ حضرت حاکم وقت کو ناراض کرنا،
مناسب نہیں۔ ممکن ہے۔ ہم سب پر کوئی آنت ڈھادے۔
آپ نے جلال میں فرمایا کہ پھر ہم بھی "وَمَا رَمیتُ اذ رَمیتُ وَلَکن اللہُ رَحیمٌ"
کی آیت پر عمل کر کے دکھادیں گے۔

آپ کی پہلی حرم سے ایک فرزند پیدا ہوا تھا۔ جو بچپن ہی میں فوت
ہو گیا۔ بعد میں اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔

بعد میں پیر الیوب کی اولاد سے ایک نیک شخص کی پاک دامن بیٹی

اولاد

کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا۔
ان بی بی سے آپ کے وہ فرزند ارجند پیدا ہوئے جنہوں نے خواجہ گل محمد کے نام سے آپ کی
جانشینی کی۔

وَقَاتِلْهُمْ

۱۱۸۸ ہجری (۱۷۷۷ء) کے ماہ شوال میں آپ کی بیماری اور ضعف بڑھ گئے
تھے ۱۱۸۷ ہجری میں آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ اب ہمارا رخصت کا وقت آگیا ہے
حجرہ کا دروازہ بھی اسی سال آپ نے نبویا۔ ذیقعد کی تیسری تاریخ کو رات کے وقت
آپ صاحبزادہ کے پاس جبکہ وہ سو رہے تھے تشریف لے گئے اور توجہ فرما کر
اپنی امانت انہیں منتقل کر دی۔

اور ذیقعد کی چوتھی تاریخ کو تمام لوگوں کو ناشتہ کرا کر، آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس
طرح روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

چنانچہ آپ کی ابدی آرام گاہ حجرہ شریف میں ہی تیار کی گئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت محبوب الصمد خواجہ گل محمد قدس سرہ

ولادت سے باسعادتے

خواجہ گل محمد کی ولادت باسعادت جمعرات کے دن ۱۱ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ء) کو ہوئی حضرت خواجہ سلطان الاولیاء کو آپ سے بڑا پیار تھا۔ اور اس کی وجہ ایک روایت کے دوسرے کے جواب میں آپ نے یہ بتائی کہ اگرچہ تمام مرید ہمارے لئے بمنزلہ اولاد و فرزندان کے ہی ہیں۔ لیکن اس بچے میں ہم مستقبل کی ربانی عظمت دیکھ رہے ہیں۔ اور اس میں قرب حق کے آثار ہو رہے ہیں۔

ابتدائی عمر کے بعض واقعات

خواجہ گل محمد ابھی تین سال کے تھے کہ ایک دن خانقاہ میں چلے آئے۔ حضرت سلطان الاولیاء نے پیار سے اپنے پاس بلایا تو دوڑ کر آنے لگے، کہ اچانک ایک پتھر سے بانگراتے۔ پتھر ٹھک کر ایک بزن سے جا لگا۔ اور بزن سے عدانگی۔ خواجہ سلطان الاولیاء نے پوچھا کہ بتاؤ یہ بزن کیا کہہ رہا ہے۔ خواجہ گل محمد نے معصومانہ انداز میں فرمایا، کہہ رہا ہے،

”خَسْبِي رَجَبٌ حَيْلَةُ اللَّهِ مَا فِي تَلَابُطِي عِزُّ اللَّهِ“

خانگینے یہ سنا تو حیران ہو کر عرش عرش کرنے لگے۔

پانچ برس کی عمر تھی کہ ایک دن مسجد کے صحن میں آئے، اور ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئے، سلطان الاولیاء نماز میں مشغول تھے۔ ناروغ ہوئے تو دیکھا کہ صاحب زادہ صاحب درخت پر چڑھے ہوئے ہیں، اور ایک سمت غور سے دیکھ رہے ہیں۔

سلطان الاولیاء نے پوچھا، کیا دیکھ رہے ہو؟

صاحب زادہ نے جواب دیا، ”خدا کو دیکھ رہا ہوں“

سلطان الاولیاء نے پوچھا، ”خدا کیسا ہے؟“

جواب دیا، ”خدا نور ہے۔“

سلطان الاولیاء نے حاضرین سے مسرت کے ساتھ فرمایا کہ دیکھو تجھے کا جواب عین قرآن کے مطابق ہے
 «اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ»

تعلیم

سلطان الاولیاء اپنے صاحبزادہ کی تعلیم کے بارے میں متفکر رہتے تھے، ایک دن
 قبلورہ کے دوران آنحضرتؐ کی زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے تسلی دی کہ ہم نور صاحبزادہ کے
 معلم ہیں۔

ایک درویش جو صاحبزادہ کے ساتھ ہمیشہ رہتے، اور ابتدائی حروف کی تختی پڑھاتے، نئے روایت کرتے
 ہیں کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ علوم پر عادی ہو گئے۔

شرف الدین شمسداد پوری کا بیان ہے کہ میں صاحبزادہ کو صرف و نحو کی تعلیم دیتا تھا۔ اور
 آپ یہ گہرے مسائل اس طرح بیان کر دیتے تھے کہ میں حیران رہ جاتا۔

خلافت اور جانشینی

حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے وقت خواجہ گل عسکد کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔
 خلافت کے مسئلہ پر بعض لوگوں کو تردد ہوا کہ کس طرح یہ ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں
 گے۔

شیخ عبدالرحیم گھوڑی اور شیخ ابو طالب وغیرہ اصحاب خاص نے بتایا کہ یہ معاملہ باطنی ہے
 ظاہری نہیں۔ ہمیں آپ پر اعتماد اور یقین ہے۔ اور بعض نئے مریدوں کو توجہ کے لئے خدمت میں
 بھیجا۔ توجہ کا یہ اثر ہوا کہ انکی دلوں کی دنیا ہی بدل گئی۔ اور سب تردد ختم ہو گیا۔

خواجہ سلطان الاولیاء کے وصال کے تیسرے دن آپ کو باقاعدہ مسند نشین کیا گیا۔

اور سب نے بیعت فرمائی

لواری میں ناگہانی آفت کا نزول

میاں عبدالنبی کھوڑہ کے دور حکومت میں شورہ قوم اور نوٹریہ قوم کے درمیان شرور
 اٹھ کھڑا ہوا۔ شورہ قبیلہ فرار ہوا اور نوٹریہ قبیلہ نے اس کا پیچھا شروع کیا۔ حتیٰ کہ یہ فساد

لواری میں داخل ہو گئے۔ شورہ قوم مغلوب ہوئی، اور نوٹریہ قوم نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور لواری کو بھی لوٹ ڈالا۔

آپ نے اس شر کو دیکھتے ہوئے گھر کا سارا سامان و اثاثہ باہر نکال دیا کہ لٹیرے لے جائیں۔ اور خود اہل خاندان و مخلص مریدوں کو لے کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ اس فساد میں خانتقاہ کے دو درویش بھی مارے گئے جن کے مزار خانتقاہ میں ہی اب تک موجود ہیں۔ نوٹہ سردار کو جب یہ حال معلوم ہوا تو لوٹ کا مال واپس کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے واپس نہیں لیا۔

عبدالرحمان قاسم نامی مرید بتاتا ہے۔ کہ اس خانہ دیرانی سے آپ ایسے مطمئن ہوئے، جیسے کوئی بڑا بوجھ آپ کے کندھوں سے اتر گیا ہو۔

مست سے فارسی اشعار پڑھتے اور جھومتے، جب یہ فساد کا دور ختم ہو گیا تو آپ پھر واپس آکر مقیم ہوئے۔

معمولاتے

آپ فجر سے لیکر رات گئے تک اصحاب کے ساتھ بیٹھے رہتے۔ صرف نماز اور طعام کے لئے اٹھتے۔

اس دوران کلماتِ طیبات سے لوگوں کو نوازتے رہتے۔

آپ کے اقوال سے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں

- ۱۔ اونٹ پر جب مجازی عشق کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو کئی ماہ کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ جب انسان پر عشق حقیقی کا غلبہ ہو تو کیا حال ہوگا۔
- ۲۔ دنیا اور زندگی دونوں فانی ہیں۔ ان سے دل نہیں لگانا چاہیے۔
- ۳۔ مردانگی طریقت کی بنیاد ہے۔
- ۴۔ حق سے غفلت بڑے سے بڑا جرم ہے۔
- ۵۔ دولت مندوں سے ہرگز طمع نہیں رکھنا چاہیے۔
- ۶۔ اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں

۷۔ دنیا سے قطع تعلق ہی حقیقی راضی و الشکر ہے۔

۸۔ فیقول کا اہتمام، وحی کی مانند ہوتا ہے۔

۹۔ رزق پریشانی کے بغیر حاصل کیا جائے۔

۱۰۔ سچا مرید وہی ہے جو مرشد کے قول و فعل کو سنبھال کر رہے۔

جب کوئی شخص آپ کے پاس دعا کے لئے آتا، اگر آپ فوراً ہاں کر دینے تو کام جلد ہو جانا۔ اگر دیر سے ہاں کرتے تو دیر سے کام ہوتا۔ اگر خاموش رہے تو کام نہیں ہوتا تھا۔ حضرت سلطان الاولیاء نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ”محبوب القصد“ قطب ارشاد اور قطب مراد بنی گئے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

آپ میں شروع سے آخر تک قلندری اوصاف بھی موجود رہے اور شریعت کے اوصاف بھی۔

شیخ عبدالرحیم کہا کرتے تھے کہ آپ میں دو ایسی باتیں ہیں۔ جو اکثر مشائخ میں نہیں پائی جاتی۔

ایک یہ کہ آپ کی ظاہری روش ایسی ہے، جس پر کسی قسم کا اعتراض ممکن نہیں۔ دوسرا یہ کہ کوئی شخص آپ سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔

خود آپ کی مجلس میں ایک بار، رنجیدہ نہ کرنے، کی بات چلی، تو آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی کو تنگ نہیں کرتے، لیکن مرد تو وہ ہے جو خود بھی کسی سے تنگ نہ ہو۔

عِلْمٌ وَفَضْلٌ

آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ سید محمد اور خواجہ غلامی احمد جیسے عالموں اور فاضلوں نے شہادت دی ہے کہ باوجود علم و دانش ہونے کے ہم اپنے آپ کو آپ کے سامنے طفلِ مکرتب سے زیادہ نہیں پاتے تھے۔

سید محمد کا بیان ہے کہ میں علاوہ دیگر علوم کے خود کو نجوم کا ماہر سمجھتا تھا۔ ایک دفعہ نجوم کا ایک پیچیدہ مسئلہ سامنے آیا۔ بارے جب اس کا ذکر ہوا تو آپ نے زائچہ کے قوانین اور اصطلاحات و رموز بیان کر کے پانی کی طرح اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ اور میں حیران رہ گیا۔

حالانکہ پہلے برا خیال تھا کہ آپ علم نجوم سے تعلق واقف نہیں ہیں۔

آداب و مروت

حضرت سلیمان الاولیاء کی مجلس کے کوئی صاحب بھی جب آپ کی خدمت میں آتے، آپ ان کا زبردست احترام کرتے۔ اور خاطر داری سے پیش آتے۔ ہر شخص کا نام تعظیم سے یلتے۔ بڑی عمر والوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے۔ جوانوں سے محبت کرتے اور بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ آپ اپنے ذاتی کام کے لیے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے جو کچھ پیش کر دیا جاتا خوشی سے کھا لینے

مرض اور وفات

ایک دن مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

” اٹھارہ برس کی عمر سے پہلے ہمیں یہ جہان اچھا لگتا تھا۔ اسکے بعد تیس برس تک دونوں جہان اچھے لگنے رہے، اور اب صرف وہ جہان ہی ہماری نظروں میں بہتر ہے“
مریدان خاص اسی دن سمجھ گئے کہ اب آپ کا سفر آخرت قریب ہے اس گفتگو کے چند دن بعد ہی آپ بیمار پڑ گئے۔ چھکچک کے عارضہ سے آپ کا سارا بدن بھر گیا۔ اس تکلیف دہ حالت کو آپ نے ہنس کر بسر کیا۔

وفات سے ذرا پہلے آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ خواجہ محمد زماں ثانی، غوث عالم کو خلوت میں بلایا اور وصیت کی کہ اب جماعت تمہارے سپرد ہے، اور تم ہی اس کے امام ہو۔ غوث عالم نے غدر کیا کہ اور بھائی موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کو یہ منصب دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا حکم الہی یہی ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں!

اسکے بعد ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ ۱۲۲۸ ہجری (۱۸۰۳ء) کو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ نے وصال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر صرف ۴۱ سال کی تھی۔

اولادِ شریف

آپ کے جملہ ۶ فرزند تھے ۔

۱۔ حضرت غوثِ اعظم خواجہ محمد زمان ثانی ۲۔ شیخ عبداللطیف صغیر
۳۔ ابوالقاسم ۴۔ محمد اکرم ۵۔ آدم ۶۔ حاجی محمد

حضرت غوثِ عالم خواجہ محمد زمان ثانی

حضرت غوثِ عالم کی ولادت ۱۱۹۹ ہجری (۱۷۸۴ء) کے ماہِ رمضان میں ہوئی
آپ کی ولادت کے وقت سلطانِ اولیاء کے جو اصحابِ خاص زندہ تھے، انہوں
نے آپ کو دیکھ کر بہ یک زبان کہا تھا کہ آپ من و عن ظاہر و باطن میں سلطانِ اولیاء
کی شبیہ ہیں۔

بچپن

آپ اپنے دادا کی طرح پیدائشی ولی اللہ تھے
ابھی مکتب میں ہی پڑھتے تھے کہ ایک کاشکار خشک سالی کی شکایت کرنا ہوا ملا۔
آپ نے ایک کاغذ کے پرزے پر کچھ لکھ کر اس غریب کسان کو دیدیا کہ اس کاغذ کو
مدرسہ کی فلاں دیوار پر لٹکا دو۔ کسان نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت دوپہر تک خوب
بارش ہوئی۔

آپ کے والد بزرگوار بھی بچپن میں ہی آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور آپ کو "میاں جیو" کہہ
کر بلا یا کرتے تھے۔

سندِ نشینی اور خلافت کا دور

آپ کے والد حضرت محبوب الصمد کا جب وصال ہوا تو آپ کی عمر ۱۹ سال تھی آپ کو مند
پر بیٹھے ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ ۱۲۱۹ ہجری میں احمد شاہ درانی کے پوتے

شاہ شجاع نے سندھ پر حملہ کر دیا۔ پورے ملک میں افراتفری مچ گئی، انتظام درہم برہم ہو گیا اور لوٹ مار شروع ہو گئی۔

لواری بھی اس زد میں آ گیا۔ شہر پسندوں نے ساری بستی لوٹ لی۔ حتیٰ کہ روضہ مبارک کو تاراج کر دیا۔

جب ذرا امن ہوا تو آپ نے آئندہ کی حفاظت کے لیے بستی کے ارد گرد حفاظتی فصیل بنوانا شروع کر دی ۱۲۶۶ ہجری (۱۸۱۷ء) میں فصیل بن کر تیار ہوئی۔

لیکن پیر غلام علی تالپور حاکم سندھ نے بعض حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے وہ فصیل مسمار کرادی آپ کو افسوس ہوا اور صبر فرمایا۔

سفر پنج

اس واقعہ کے بعد ۱۲۲۸ ہجری (۱۸۱۲ء) میں آپ سفر پنج پر نکلے، اور خواجہ عبداللطیف کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے روانہ ہو گئے۔ سفر کے دوران جب یمن کی بندرگاہ منو پر پہنچے تو شہر کے مشائخ اور علما زیارت اور خیر مقدم کے لیے آئے، انہیں عربستان کے مشہور عالم محمدی بہ مدنی بھی تھے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی اور محبت کا اظہار کیا۔ محمدی بہ نو اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے مرید ہو گئے۔ اور بعد میں زیارت کے لیے لواری بھی آئے

جب آپ جدہ پہنچے تو ترک حکومت نے وہابیوں کے خلاف مہم شروع کر رکھی تھی، اس لیے سواری ملنا دشوار ہو رہا تھا۔ آپ اپنے سات ہمراہیوں کے ساتھ پیدل مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد میں راستے میں آپ کو سواری مل گئی۔

مکہ پہنچ کر بروقت عبادت، توجہ اور طواف میں تنہم رہنے لگے۔

بعد میں مدینے کے سفر پر روانہ ہوئے۔ دوران سفر عصر سے مغرب تک پیدل سفر کرتے پھر ماہ رمضان میں واپس مکہ واپس آ گئے۔

اس کے بعد وطن کے لیے واپسی شروع کی۔ اور سوال
وطن واپسی { کی تاریخ ۱۲۳۰ ہجری (۱۸۱۳ء) کو لواری تشریف لے آئے

تمام وابستگان میں مرست کی لہر دوڑ گئی۔

صدمات

۱۲۳۶ ہجری (۱۸۲۸ء) کو آپ کے برادر عزیز خواجہ عبدالطیف صغیر انتقال فرما گئے۔ آپ کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا۔ اگرچہ ایک سال قبل آپ نے فرما دیا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں میں سے ایک اس سال فوت ہو جائے گا۔

دوسرا صدمہ آپ کو اپنے فرزند اول خواجہ محمد سعید کی وفات سے ہوا۔ جو بعارضہ چھپکٹ ۱۰ رجب ۱۲۳۷ ہجری کو فوت ہو گئے تھے۔

صاحبزادہ صاحب گوہر لگانہ تھے۔ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ چہرہ پر نور کی تابانی ایسی تھی کہ دیکھنے والا بعض اوقات ہوش کھو بیٹھتا تھا۔

دوسرا سفر حج

ان دونوں صدموں کی وجہ سے آپ ۱۲۳۸ ہجری میں دوسرے سفر حج پر روانہ ہو گئے اور اس طرح اپنے ان صدمات کا مداوا کیا۔

خاندان والوں کی عکساتیں

آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں نے کئی بار بدسلوکیاں کیں۔ حاکم وقت کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ لیکن آپ نے صبر فرمایا۔ کسی کی بدخواہی نہیں کی۔ بلکہ پہل خاندان کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کی بجائے۔ آپ نے دو مرتبہ ترک سکونت کر کے چند میل کے فاصلہ پر منتقلی اختیار کر لی۔

لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ اور آپ پھر پرانی جگہ پر آکر فروکش ہو گئے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کا گنجینہ تھے۔ شہوت پر ہمیشہ سختی سے قائم رہتے۔ جماعت کے ساتھ ہمیشہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے۔

معمولات، کرامات اور ہدایات

پورا دن مجلس میں بیٹھتے ، رات کو بہت تھوڑا سوتے ، بہت تھوڑا کھاتے ، وہ بھی مقررہ اوقات پر جو کچھ آمدنی ہوتی ، اس کو بیت المال کے طور پر جمع رکھتے ، اور غرباء کی امداد میں صرف کرتے ۔
فیروں کی ضرورتوں کا ہمیشہ خیال رکھتے ۔

آپ کے ارشادات میں چند درجہ ذیل سے ہیں

۱۔ انسان میں ایک خصوصیت ایسی پائی جاتی ہے کہ وہ جب کسی کام میں دل و جان سے ہاتھ ڈال دیتا ہے ، تو وہ کام ضرور پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے ۔

۲۔ اگر انسان کسی کام میں دل و جان سے کوشش نہیں کرے گا ، تو اپنی مراد کو ہرگز نہیں پہنچے گا۔

۳۔ کتنے ہی مشائخوں نے خود کو اور اپنے مریدوں کو عوام سے چھپایا ہے۔ یہ روش حسین کے قابل ہے۔

آپ سے لے شمار کرامتیں صدور میں آئیں

لا علاج بیماروں نے شفا پائی ، مصیبت زدگان کی مصیبتیں دور ہوئیں ۔

مخالفین نے آپ پر اور آپ کے صاحبزادہ پر کئی بار حملہ کرنا چاہا ، بڑی تیاریاں کر کے آئے ، خدام سے جنگ کی لیکن آپ کو گزند پہنچانے میں ناکام رہے ۔ اور جب آپ سے سامنا ہوا ، رعب سے بے بس ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے

وفات

پانچ سال پہلے سے وفات کی تیاریاں شروع کر دی تھیں ۔ خود کفن و دفن کا سامان منگوا کر رکھ لیا تھا ۔ ۵ سال تک آپ بیماری میں مبتلا رہے ۔ لیکن صبر و استقامت کا پتلا بنے رہے ۔

آپ ۱۷ صفر ۱۲۴۷ ہجری بروز جمعرات سورج غروب ہونے کے وقت اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے (۱۸۳۱ء)

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ

حضرت شاہِ مدنی خواجہ محمد حسن قدس سرہ

جناب غوثِ عالم کے بعد انکی جانشینی کا منصب ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد حسن نے سنبھالا، خواجہ محمد حسن مدنی بچپن سے ہی ولایت کی طرف مائل تھے۔ علومِ ظاہری سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ جب آپکی عمر نو برس کی تھی تو حضرت غوثِ عالم کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو اپنا قائم مقام بنا دو۔ اس امر کے دو سال بعد غوثِ عالم کا وصال ہو گیا۔ اور آپ اکیس سال کی عمر میں مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

ابتداء سے ہی آپ کا طرز زندگی اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم تھا۔ ہر سنت پر عمل کرتے اور فرائض کی پابندی فرماتے۔

سلسلِ عبادت و ریاضت آپ کا شغل تھا
آپکے ارشادات گوہر بے بہا ہیں۔

۱۔ عشقِ خالص دکھ ہے۔ دکھ سے اپنے دل کو سجاؤ۔ اور دکھ کی ہی طلب کرو۔

۲۔ بہت کم ہیں جو اسم و جہول سے ترقی کر کے صفات و شان کی منازل طے کرتے ہیں اور اللہ کی ذات تک پہنچتے ہیں۔

۳۔ طالب کو کبھی مالو کس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قرآن کا حکم ہے۔

۴۔ کسی بزرگ کے بارے میں بدظنی نہ کرو۔

آپ کرامات دکھانے کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے طریقہ کرامات ممنوع ہے۔ تاہم کراماتوں کا آپ سے صدور ہوا۔

سفرِ تاریخ

آپ نے بیروج ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں کیا۔ اس وقت آپکی عمر بیس برس تھی۔
دوسرا بیروج ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) میں ادا فرمایا۔
تیسرا بیروج ۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹ء) میں کیا۔
چوتھا بیروج ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں ادا فرمایا۔

پانچواں حج ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں ادا فرمایا

چھٹا حج ۱۲۹۷ھ (۱۸۷۹ء) میں کیا، اور یہ آپ کا آخری حج تھا۔ ان میں سے ہرج کے موقع پر آپ کے سامنے بڑی بڑی مشکلات آئیں۔ جہاز طوفانوں میں گھرے دوران سفر صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن ان تمام مواقع پر آپ نے زبردست صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اور ہر مشکل پر غالب آ گئے۔

وفاتے

۱۲۹۷ھ کے ماہ شعبان میں (۱۸۷۹ء) آپ کو سردی سے بخار ہوا۔ دم کشی کا عارضہ آپ کو اٹھارہ سال کی عمر سے تھا۔ اس میں بھی شدت ہو گئی۔ اس سال ماہ رمضان میں آپ پر عجیب وار فسیگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے علاج سے انکار فرما دیا۔ اور کہا کہ اب ہماری عمر، عمرِ نبوی تک پہنچ گئی ہے۔ اب علاج کی حاجت نہیں اور پھر آپ نے اچانک سفر حج پر جانے کا اعلان کر دیا۔ خدام نے ہر چند روکنا چاہا۔ لیکن آپ نہیں مانے ۲۲، شوال کو آپ کراچی سے جہاز پر سوار ہو گئے راستہ میں فرمایا یہ ہمارا آخری سفر ہے۔ اور جواری مصطفیٰ ہم یہ آخری دن گزارنا چاہتے ہیں۔

عرض یہ کہ آپ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ اس سال حج اکبر تھا۔ آپ اس حج سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

مدینہ میں ۷ صفر ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۰ء) کو آپ نے سفر آخرت قبول فرمایا۔

آپ کا مزار جنت البقیع میں خواجہ محمد یار کے روضہ کے پاس ترب و صییت بنایا گیا۔

آپ کے تین فرزند ہوئے خواجہ عبدالستار، خواجہ محمد سعید، اور خواجہ عبدالرشاد خان۔

آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد سعید آپ کی مسند پر بیٹھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

حضرت مدنی نے اپنے تیسرے حج کے موقع پر ہی۔ آپ کو (خواجہ محمد سعید) اپنا جانشین

حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی صدیقی نقشبندی قدس سرہ

خواجہ محمد سعید پر آثارِ ولایت بچپن سے ہی طاری تھے۔ مدینہ منورہ میں ہی آپ کی سجادہ نشین کی دستار بندی کی گئی۔ اس تقریب میں مدینہ کے جید اہل اللہ اور علمائے شرکت کی حضرت خواجہ مہاجر مکی کی زندگی سنتِ نبوی کی پیروی کا کامل نمونہ تھی آپ اپنے مریدوں کو ہر وقت یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ شریعتِ محمدیہ سے سب سے زیادہ تجاوز نہ کریں آپ کثرت سے ریاضت فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ساری ساری رات اذکار اور نوافل میں گزار دیتے۔

بارہ برس لگاتار ایک ہی کمرہ میں بیٹھ کر آپ نے ذکر الہی کیا۔ "ذکرِ خفی" اور "ذکرِ حلّی" دونوں جاری رکھتے۔ ہر روز ستر ہزار مرتبہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا ورد کرتے۔ دنیوی معاملات میں خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق مشورہ فرمایا کرتے۔ ظاہری زینت سے قطعی اجتناب برتتے تھے فرمایا کرتے

زینتِ ظاہر گزار و زینتِ دل جو سعید۔

ازدوتارِ موئے پر طاؤس افرشد، چرشد۔

آپ ایک باکمال شاعر بھی تھے۔ اور کئی کتابوں کے مصنف بھی۔ دیوانِ سعید آپ کی نعتیہ اور صوفیانہ نظموں کا مجموعہ ہے۔ اور "صقال الضائر" لقیوف و معرفت کے نکات کی ایک بیش بہا تصنیف ہے۔

سندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد آپ کے چشمِ فیض سے اس قدر لوگ سیراب ہوئے کہ ایک بار آپ کے مصاحب سید محمد علی ولد سید علی شاہ نے التماس کیا کہ اگر آپ کا چشمِ فیض یوں ہی جاری رہا تو کیا عجب ہے، کہ ہر فیض یافتہ اپنے ہاں ایک لواری لہاے۔

حضرت مہاجر مکی قدس سترہ کی خدمت میں بڑے بڑے انگریز حکام سلام کے لئے آتے۔ ایک بار ولایت کا ایک بڑا پادری جس کے لئے ہندوستان کی حکومت کو ہدایت تھی، ان کے لئے ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے آپ کی شہرت سن کر لواری آیا۔ دورانِ ملاقات پادری نے آپ سے متعدد سوالات کیے۔ جن کے علمی جواب سن کر پادری کا سارا لشہر ہن ہو گیا۔

جب واپس ہوا تو پادری کہتا تھا کہ میں نے ایسا عاقل اور دانا شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے اپنے والد کے ساتھ تین حج کئے تھے۔ اور والد کے بعد بھی تین حج ادا فرمائے۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ نے آخری اور چھٹا حج ادا فرمایا۔

اس حج کے لئے آپ ۱۲ شعبان کو لواری سے روانہ ہوئے۔ اور کراچی پہنچے، کراچی سے پور بندہ تشریف لے گئے۔

یہاں عوام و خواص کو آپ کی طرف زبردست رجوع ہوا۔ پور بندر کے راجہ نے دل سے درخواست کی، لیکن آپ نے ملنا پسند نہیں فرمایا۔

پور بندر سے آپ بھتی تشریف لے گئے۔ یہاں بھی آپ کا فیض جاری رہا۔ بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

آپ کے فرزند ارجمند آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ اس سے پہلے بھی دو حج کے موقعوں پر آپ کے ہم رکاب رہ چکے تھے۔

اس آخری حج کے موقع پر اپنی آرزو کے مطابق آپ کا وصال مگھ مکرم میں ہو گیا۔

وصال ۲ محرم ۱۳۲۴ھ کو ہوا۔ عسرمبارک ساٹھ سال تھی۔ مگھ شریف میں ہی آپ کا مرقد مبارک بنا۔ جو اب تک زیارت گاہِ خلّاق ہے

”یا محمد! کنے سعیدم فالے با حالِ حسن“
 ”تا شود جانے دو ہا بالو قرین فریاد رس“

نہ تواجہ احمد رضا ماں قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد سعید کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ احمد زماں مقرر ہوئے آپ کی ولادت آپ کے دادا حضرت غوث مدنی کی دعا کا نتیجہ تھی۔ لیکن حضرت غوث نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ میرے کان یہ نوید نہیں سنیں گے۔

۱۶ ذی الحج بروز سنہ ۱۲۹۷ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔

والد بزرگوار حج کے سفر پر تھے۔ مدینہ میں انہیں اس کی اطلاع ہوئی۔ حضرت غوث مدنی کی وصیت کے مطابق خوشی میں مصری تقسیم فرمائی۔ اور وطن واپس ہوئے۔

آپ کا نام "احمد" رکھا گیا (احمد زماں)

اگرچہ ایک بشارت کے مطابق آپ کی تعلیم و تربیت غیب سے ہوتی رہی۔ سرور کائنات نے کفالت فرمائی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ مجدد نرنڈی سے براہ راست باطنی فیض ملا۔

تاہم دینی تعلیم آپ نے مشہور عالم قاضی محمد علی مرحوم سے حاصل کی۔

ان کا کہنا تھا کہ احمد زماں پیدائشی دنی ہیں۔ بچپن ہی میں یہ حالت تھی کہ جو کچھ زبان سے نکالتے پورا ہو جاتا۔

صغیر سنی سے ہی آپ سادہ لباس اور سادہ خوراک پسند کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر

۲۰ سال ہو گئی تو والد محترم نے کوٹ لواری اور مکان شریف کا انتظام آپ کے حوالہ

کر دیا۔ آپ سے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے۔

۱۳۱۹ھ میں آپ کی شادی ہو گئی۔

والد صاحب کے وصال کے بعد ۱۳۲۴ھ ہجری میں مسند ارشاد پر بیٹھے۔

آپ نہایت حلیم الطبع، خوش گفتار، نرم اخلاق، اور پاکیزہ صفات تھے۔

آپ کی پوری زندگی تبلیغ دین میں گزری۔

آپ کی مجلس میں قرآن حکیم، احادیث نبوی، سیرت صحابہ اور اقوال بزرگان کی ہی گفتگو ہوتی

تھی۔

یہ زمانہ ہندوستان میں سیاسی تحریکات کے آغاز کا تھا، مہاتما گاندھی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

آپ نے ان کا سیاسی مشن قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ گاندھی جی کو آپ صرف ہندو قوم کا لیڈر قرار دیتے تھے۔

آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ فرمایا۔ اور مدینہ شریف کی زیارت کی۔

آپ کا اعلان تھا کہ لواری میں کوئی کام خلاف شریعت نہیں ہوگا۔

ہرمہ ماہ کی قمری ۴ تاریخ کو آپ حضرت سلطان الاولیاء محمّد زمان قدس سرّہ کا عرس منعقد فرمایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر سجادہ نشینوں کا عرس بھی ہوا کرتا تھا

آخر کار یہ خوشید ہدایت بھی یکم رجب المرجّب ۱۳۵۷ ہجری کو روپوش ہو گیا۔
دھے نام اللہ کا۔

آپ کا مزار اقدس لواری شریف میں ہے۔

حضرت پیر گل حسن صدیقی دام اللہ برکاتہم

خواجہ احمد زمان قدس سرّہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادہ صاحب پیر گل حسن صدیقی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

اور اس وقت آپ اس بزرگ خاندان کی برکات کے امین ہیں۔

پیر گل حسن صدیقی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم خواجہ احمد زمان نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی

آپ عربی، فارسی، سندھی، اردو اور انگریزی زبانوں کے ماہر ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر آپ کو بصیرت افروز عبور حاصل ہے۔

آپ ہمیشہ اپنے وابستگان کو تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے رہتے ہیں۔

آپ کے والد نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا
 باقاعدہ خلافت کا منصب آپ نے اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۳۵۷ھ ہجری
 میں سنبھالا ۔

آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں ۔ بیشتر وقت ذکر الہی میں گزارتے ہیں ۔
 بعض اہل خاندان کی مخالفت سے آپ کو شروع ہی سے سابقہ پڑا ہوا ہے ۔
 لیکن آپ اسے بڑے ہی ضبط و تحمل اور وقار سے برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں ۔
 آپ نے لواری جماعت کو منظم کرنے میں زبردست جانفشانی کی ہے ۔
 حاجت مندوں کی اعانت کے لئے آپ ہمیشہ تیار رہتے ہیں ۔

آپ کا چشمہ فیض جاری ہے اور خدا کرے
 کہ قیامت تک جاری رہے ۔ آمین ثم آمین ۔

شجرہ نسب

- ۱ - حضرت خواجہ گل حسن صدیقی - - - - (موجودہ پیر) بن
- ۲ - حضرت خواجہ احمد زماں - - بن
- ۳ - حضرت خواجہ محمد سعید مکی - - بن
- ۴ - حضرت خواجہ محمد حسن مدنی - - بن
- ۵ - حضرت خواجہ محمد زمان ثانی - - بن
- ۶ - حضرت خواجہ گل محمد - - بن
- ۷ - حضرت خواجہ محمد زمان سلطان الاولیاء - بن
- ۸ - حضرت خواجہ عبداللطیف - - - - بن
- ۹ - حضرت خواجہ شیخ طیب - - - - بن
- ۱۰ - حضرت خواجہ شیخ ابراہیم - - - - بن
- ۱۱ - حضرت خواجہ شیخ عبدالوحید - - - - بن
- ۱۲ - حضرت خواجہ عبداللطیف کلان - - - - بن
- ۱۳ - حضرت خواجہ شیخ احمد - - - - بن
- ۱۴ - حضرت خواجہ شیخ لقاء - - - - بن
- ۱۵ - حضرت خواجہ شیخ محمد - - - - بن
- ۱۶ - حضرت خواجہ شیخ فیوالہ - - - - بن
- ۱۷ - حضرت خواجہ شیخ عابد - - - - بن
- ۱۸ - حضرت خواجہ شیخ عبدالرشید - - - - بن

- ۱۰۰
- ۱۹ - حضرت خواجہ شیخ طاؤس - - - بن
- ۲۰ - حضرت خواجہ شیخ علی - - - بن
- ۲۱ - حضرت خواجہ شیخ مصطفیٰ - - - بن
- ۲۲ - حضرت خواجہ شیخ سالک - - - بن
- ۲۳ - حضرت خواجہ شیخ مالک - - - بن
- ۲۴ - حضرت خواجہ شیخ محمد - - - بن
- ۲۵ - حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن - - - بن
- ۲۶ - حضرت خواجہ شیخ محمد - - - بن
- ۲۷ - حضرت خواجہ شیخ طاہر - - - بن
- ۲۸ - حضرت خواجہ شیخ عبدالباری - - - بن
- ۲۹ - حضرت خواجہ شیخ عزیز - - - بن
- ۳۰ - حضرت خواجہ شیخ فضل - - - بن
- ۳۱ - حضرت خواجہ شیخ علی - - - بن
- ۳۲ - حضرت خواجہ شیخ اسحاق - - - بن
- ۳۳ - حضرت خواجہ شیخ ابراہیم ابوبکر - - - بن
- ۳۴ - حضرت خواجہ شیخ جناب قائم - - - بن
- ۳۵ - حضرت خواجہ شیخ عقیق - - - بن
- ۳۶ - حضرت خواجہ شیخ محمد - - - بن
- ۳۷ - حضرت خواجہ شیخ عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن
- ۳۸ - حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

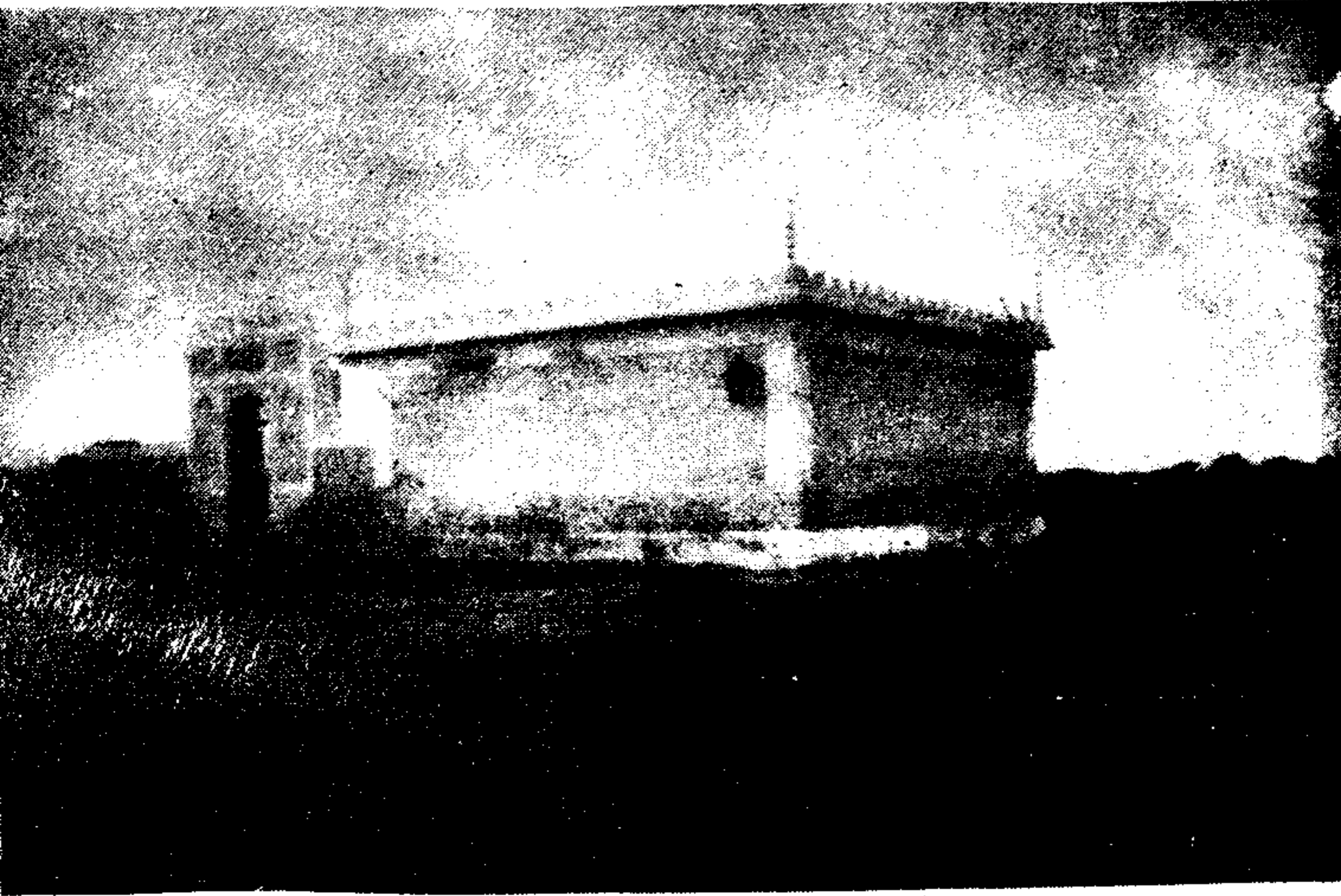
حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کے والد بزرگوار حضرت شیخ حاجی عبداللطیف نے حضرت شیخ فیض اللہ بن مخدوم آدم ٹھٹھوی سے بیعت ہو کر نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ سے لے کر حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ تک کا سلسلہ حسب مندرجہ ذیل منظوم فارسی شجرہ میں منضبط ہے۔

منظوم فارسی شجرہ

اے خدا با تہمت میر محمد بن الرسول	بو بکر، سلیمان، قاسم جعفر آل بتول
بو زبیر و ابو الحسن ہم بو علی یوسف نظیر	عبد خالق، عارف و محمود علی بابا و میر
ہم بہاؤ الدین، یعقوب و عبید اللہ امام	زاہد و درویش! مکنگی و باقی ہم نام
احمد و پورش سجد و وحدت نشاہ ^{ضعیف}	ہم زکی و حاجی و صاحب بواری حنیف
گل محمد ہم محمد بن الزمان و ہم حسن	ہم سعید و حضرت احمد زمان ذوالمنن



زائیرین درگاہ



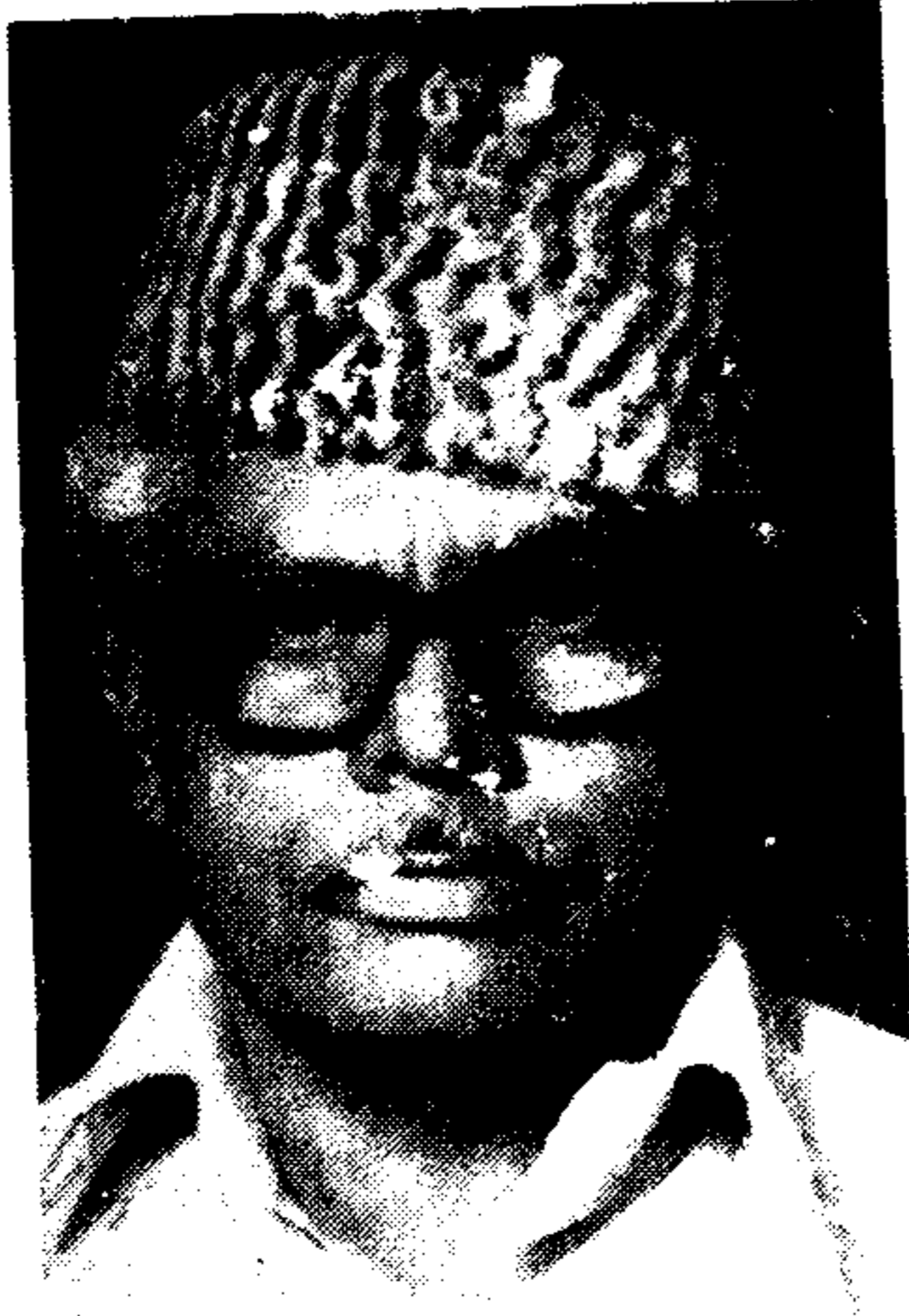
وطن عزیز میں ٹھٹھہ کی وہ تاریخی خانقاہ جہاں سے حضرت سلطان الاولیاء قدس
سرہ کا چشمہ فیض جاری ہوا۔ آج بھی زیارت گاہ اہل صفا ہے۔

عید گاہ لواری شریف



لواری شریف میں

وہ تاریخی مقام جہاں سندھ کے دو ولی کامل بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ خواجہ
محمد زمان صدیقی نقشبندی اور شاہ سید عبداللطیف بھٹائی۔



پروفیسر شمشاد علی وارثی

A. H. PRINTERS

Marfat.com